

امامت کے اہل کون؟

(دواہم سوالوں کے جوابات)

تالیف

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دمانوی رحمۃ اللہ علیہ

تصدیق

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر رحمۃ اللہ علیہ

www.KitaboSunnat.com

توزیع: پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

امامت کے اہل کون؟

(دواہم سوالوں کے جوابات)

تالیف

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ
فضیلۃ الشیخ ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ
ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی رحمۃ اللہ علیہ

تصدیق

شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

حقوقِ اشاعت بحق ناشر محفوظ ہیر

امامت کے اہل کون؟

❖ نالی کتاب

(دواہم سوالوں کے جوابات)

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

❖ نالی

فضیلۃ الشیخ ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

❖ تقدیم

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر رحمۃ اللہ علیہ

❖ تصدیق

ابو محمد شاہ دستار

❖ کمپوزنگ

ماہ صفر ۱۴۲۹ھ ، فروری ۲۰۰۸ء

❖ طبع اول

۳۰۰۰

❖ تعداد

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

❖ ناشر

ہندوستان میں ملنے کے پتے

1-Charminar Book Center
Charminar Road, Shivaji Nagar,
BANGALORE-560 051
2.Darul Taueyah
Islamic Cassettes, Cds & Books
House,
Door# 7, 1st Cross
Charminar Masjid Road
Sivaji Nagar Bangalore-560 051
Tel:080-25549804

1-چارمینار بک سنٹر
چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۶۰ ۰۵۱
2-دار التوعیۃ
اسلامی سی۔ ڈیز، کینسٹس اور بک ہاؤس۔
نمبر: ۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ
فون: ۰۸۰-۲۵۵۴۹۸۰۵۱
شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱

Emailto: tawheed_pbs@hotmail.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	شمار نمبر
5	تصدیر: فضیلۃ الشیخ ابوعدنان محمد منیر قرظی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۱
پہلا رسالہ: امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے		
9	تقدیم: فضیلۃ الشیخ پروفیسر عبداللہ ناصر رحمانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۲
17	سوال	۳
17	جواب	۴
17	① اولاً: عقیدہ کی پہلی خامی	۵
25	② ثانیاً: عقیدہ کی دوسری خامی	۶
29	③ ثالثاً: عقیدہ کی تیسری خامی	۷
30	④ رابعاً: عقیدہ کی چوتھی خامی	۸
32	⑤ خامساً: عقیدہ کی پانچویں خامی	۹
دوسرا رسالہ: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم		
50	تقدیم: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	۱۰
52	سوال	۱۱
52	جواب	۱۲
53	بدعت کی اقسام	۱۳
54	بدعتی کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے فتوے	۱۴
54	① محدث سلام بن ابی مطیح <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۵
54	② امام احمد بن حنبل <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۶
55	③ امام وکیع بن الجراح <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۷
55	④ امام یزید بن ہارون <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۸

صفحہ نمبر	عنوان	شمار نمبر
55	⑤ امام بخاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۷
56	⑥ امام زہیر بن البابی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۸
56	④ امام ابو عبید القاسم بن سلام اور امام یحییٰ بن معین <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۱۹
56	⑧ امام قوام السنہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ	۲۰
57	بدعتی کے بارے میں فرمان رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۲۱
57	اللہ اور اس کے رسول <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کو اذیت دینے والا	۲۲
58	حضرت ابن عمر <small>رضی اللہ عنہما</small> کی بیزاری، بدعت اور بدعتی سے	۲۳
58	دیوبندیوں کے چند خطرناک عقائد	۲۴
59	① وحدۃ الوجود	۲۵
61	② شریکۃ عقائد	۲۶
63	③ جہمیہ اور مرجئیہ کی موافقت	۲۷
64	④ اکابر پرستی اور غلو	۲۸
65	⑤ گستاخیاں	۲۹
68	⑥ اندھی تقلید	۳۰
69	⑦ اہل الحدیث سے بغض	۳۱
71	⑧ ختم نبوت پر ڈاکہ	۳۲
73	⑨ گمراہی کی طرف اعلانیہ دعوت	۳۳
75	⑩ انکار حدیث	۳۴
76	⑪ نماز بھی خلاف سنت	۳۵
76	⑫ قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں اور تحریفات	۳۵



تصدیر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ
قَارِئِينَ كَرَام! السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ بَرَكَاتُهُ

زیر نظر کتاب دور سالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے ہر ایک میں ایک انتہائی اہم سوال
کا مفصل و مدلل جواب مذکور ہے۔ ان دونوں سوالوں کا تعلق ایک انتہائی حساس موضوع سے
ہے اور وہ موضوع ہے ”معیار امامت“ کہ نماز کی امامت کروانے والے امام میں کون کون سی
شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟ وہ کس عقیدہ کا مالک ہو؟ وہ کن صفات سے متصف ہو؟ وہ کس علمی
و اخلاقی معیار پر پورا اترتا ہو؟ اور وہ دینداری و امانتداری کے کس مقام پر فائز ہو؟ غرض ”اہلیت
امامت“ قدرے طویل موضوع ہے البتہ اسکا ایک انتہائی اہم اور بنیادی پہلو ”صحیح عقیدہ“
ہے، جس پر اس کتاب میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

جبکہ ہمارے برصغیر پاک و ہند میں پڑھی پڑھائی جانے والی فقہی کتب میں عموماً
امامت کے معیار و شرائط کے بارے میں بعض باتیں ایسی بھی ذکر کی گئی ہیں جنکا نہ صرف
یہ کہ شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ وہ انتہائی ناگفتہ بہ و شرمناک بھی ہیں ہم ان کی تفصیل
میں تو نہیں جائیں گے البتہ اشارہ کئے بغیر گزر جانے سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ ایسی
کوئی شرمناک بات تھی تو ذکر کیوں نہ کی لہذا اس غلط فہمی کے سد باب کیلئے اپنے نفیس طبع
وسلیم فطرت قارئین سے معذرت کے ساتھ چند جملے لکھنے کی جسارت کریں گے مثلاً:

① فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”در مختار“ ج ۱، ص ۸۲ پر امامت کی بنیادی شرائط ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

(ثم الاحسن زوجة)

”پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکی بیوی بہت زیادہ حسین و خوبصورت ہو۔“

② اسی کتاب کے اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے:

(ثم اصبحهم اى اسمحهم وجهاً)

”پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔“

③ اسی جگہ کے مذکورہ مقام پر ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے:

(ثم الاكبر راساً والأصغر عضواً)

”پھر (اسے امام بنایا جائے) جسکا سر بہت بڑا اور ”عضو“ بہت چھوٹا ہو۔“

اور حاشیہ الطحاوی، ص ۱۱۶۲ اور شرح مرقی الفلاح مصری، ج ۱ ص ۷۵ پر لکھا ہے:

(فسره بعض المشائخ بالا صغر ذكر لان كبره الفاحش يدل

غالباً على دناءة الاصل)

”بعض مشائخ نے چھوٹے عضو کی تفسیر چھوٹے ذکر (عضو تاسل) سے

کی ہے کیونکہ اسکا بہت بڑا ہونا عموماً اس آدمی کے ذلیل الاصل ہونے کی

دلیل و علامت ہوتی ہے۔“

قارئین کرام! یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ طہارت و امامت، نماز و روزہ

اور حج وغیرہ بکثرت مقامات پر ایسے مسائل ملتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھیے مترجم تفسیر ابن

کثیر (اردو) مولانا محمد ابراہیم جو ناگرھی کی کتاب ”سیف محمدی“ وغیرہ۔

زیر نظر کتاب دو کبار علماء حدیث کے رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے پہلا رسالہ حضرت العلام سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا رسالہ علامہ ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ دونوں معروف اہل علم و بصیرت ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان دونوں رسالوں کے مجموعے کو ایک نئے عنوان کے تحت ”توحید پبلیکیشنز، بنگلور“ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس نئے انداز کو پسند فرمائیں گے۔ ہم نے ان دونوں رسالوں کو اس نئے انداز میں پیش کرتے وقت قرآن کریم کی طرح ہی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اعراب، بعض تخریجات، جدید طرز طباعت کیلئے ضروری اشارات و تزئینات اور حوالوں کے اضافوں وغیرہ امور کا بھی اہتمام کیا ہے جو اصل مطبوعہ رسالوں کے قارئین بآسانی محسوس کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ مولفین، اصحاب تقدیم و تصدیق اور اس کتاب کی طباعت میں کسی بھی قسم کا تعاون کرنے والے تمام حضرات کو ثواب دارین سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعبدان محمد منیر قمر نواب الدین

مترجم شرعی کورٹ الخیمر

وداعیہ متعاون مراکز دعوت و ارشاد

الخیمر، الظہر ان، الدمام (سعودی عرب)

الخیمر - سعودی عرب

۱۳۲۹/۱/۱۳ھ

۲۰۰۸/۱/۲۳ء

پہلا رسالہ

امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے

نالیس

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ
بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ. آمَنَّا بِعَدَا

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زیر نظر رسالے کا موضوع یہ ہے کہ:

”حرفی مذہب رکھنے والوں کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی“

کیونکہ ان کے عقائد میں بے پناہ اضطراب پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عقیدہ کا صحیح
دورست ہونا دین اسلام کا اولین فریضہ اور سب سے اہم تقاضا ہے۔ صحتِ اعتقاد پر ہی تمام
اعمال کی درستی اور قبولیت کا انحصار ہے۔ عقیدہ کا مرکز انسان کا دل ہے جبکہ اعمال کا تعلق بقیہ
انسانی اعضاء سے ہے..... چنانچہ ایک حدیث میں دل اور دیگر اعضاء انسانی کے باہمی تعلق کو
اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((... أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ،

وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))^①

” (پس ان سے بچو اور) سن لو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ

درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا سارا بدن بگڑ

گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔“

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث: ۵۲، صحیح مسلم، کتاب القدر، سنن اربعہ۔ صحیح الجامع الصغیر: ۳۱۹۳

اس حدیث کی سب سے صریح دلالت یہی ہے کہ دل کی درستگی یعنی صحت اعتقاد پر، تمام بدن کی درستگی یعنی تمام اعمال کی مقبولیت موقوف و منحصر ہے۔ جبکہ دل کی خرابی یعنی فسادِ عقیدہ سے تمام جسم یعنی تمام اعمال کا فساد لازم آتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں منافقین کے تمام (بہ ظاہر) اعمالِ صالحہ کی نامقبولیت کو ان کے دلی اضطراب یعنی فسادِ عقیدہ پر مرتب کیا گیا ہے۔ ﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾ صحتِ عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام ”حقائق شرعیہ ثابتہ“ کے متعلق وہی فکر ہو جو قرآن و حدیث نے پیش کی ہے اور وہی منشا و مراد ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔ کسی مقام پر اس سے سرمو انحراف کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد واضح ہو کہ حنفی مذہب رکھنے والوں کے بہت سے معتقدات ایسے ہیں جو قرآن و حدیث اور فکرِ سلف (صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم وغیرہ) کے خلاف ہیں۔ چنانچہ زیرِ نظر رسالہ میں ان کے ایسے بہت سے عقائد کو انہی کی مستند و متداول (مروج) کتب کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ تمام عقائد کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ زیرِ مطالعہ رسالہ میں جن جن عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

① حنفی مذہب رکھنے والے، صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کرنا روا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کتب کے حوالوں سے بتایا گیا ہے کہ وہ ”استواء علی العرش“ کو غلبہ اور استیلاء کے معنی میں لیتے ہیں۔ ید اللہ (اللہ کے ہاتھ) کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) کو بلندی مرتبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ صفاتِ باری تعالیٰ پر مشتمل تمام آیات قرآنی و مشابہات کے دائرہ میں آتی ہیں۔ جن پر بلا کیف (کیفیت کی بحث میں پڑے بغیر) ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ایمان جو ہر قسم کی تاویل، تشبیہ یا تعطیل وغیرہ سے بالکل پاک اور مُرَبَّہ ہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نشانی قرار دیا اور اس فکر کے حامل افراد کو ”راسخین فی العلم“

کہا۔ جبکہ تاویلین کرنے والوں کو ”اہل زیغ“ میں شمار کیا گیا ہے۔ جن کے دل ٹیڑھے اور منحرف و مضطرب ہوتے ہیں۔^①

اسی بحث کے ضمن میں بعض اکابر احناف کے حوالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ وہ ”نظریہ وحدت الوجود“ کے قائل ہیں اور اس نظریہ کو اپنانے میں اللہ تعالیٰ کی جتنی توہین لازم آتی ہے وہ شاہد ہی کسی دوسرے نظریہ میں پائی جاتی ہو۔
تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

② حنفی مذہب رکھنے والے قرآن پاک کو کلام اللہ نہیں مانتے بلکہ ایسا کلام مانتے ہیں جو اللہ کے کلام پر دال ہے۔ چنانچہ ان کے اسی نظریہ کے متعلق شرح عقائد نسفیہ سے متعدد نقول پیش کی گئی ہیں۔ بلکہ اس عقیدہ فاسدہ کی بنیاد پر ایک اور عقیدہ فاسدہ تراش لیا گیا اور وہ یہ کہ ”جب یہ قرآن اصل قرآن کا مفہوم ہے تو پھر کسی دوسری زبان میں اس کا مفہوم بھی قرآن ہی ہوگا لہذا عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔“

③ حنفی مذہب رکھنے والے ’نوسل بالذوات‘ کے قائل ہیں۔ اس ضمن میں رسالہ ہذا میں بعض ایسے اشعار نقل کیے گئے ہیں جو اکابرین احناف مثلاً علامہ اشرف علی تھانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجرکی وغیرہ نے کہے ہیں اور ان میں صریح شرک پایا جاتا ہے۔

④ حنفی مذہب رکھنے والے رسول اللہ ﷺ کو ابدی زندگی کے ساتھ (زندہ) متصف کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ مانتے ہیں اور زندگی بھی دنیوی، برزخی نہیں، حالانکہ ہمیشہ زندہ رہنا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی اس صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

⑤ ایمان کے متعلق احناف کا نظریہ صریح کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ ایمان کی زیادتی و کمی کے قائل ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر بعض اعمال کو

① دیکھئے سورہ آل عمران آیت: ۷۰

زیادتی ایمان کا موجب قرار دیا گیا ہے۔

① اسی طرح وہ اعمال کو ایمان کا جزء نہیں مانتے، بلکہ ان کے ہاں ”ایمان صرف زبان کے اقرار اور دل کی تصدیق کا نام ہے۔“

یہاں ذرا سا غور کیجئے کہ جب اعمال کو وہ ایمان میں داخل ہی نہیں سمجھتے تو نماز بھی (ایک) عمل ہے، لہذا جب وہ نماز کو ایمان کا جزء ماننے پر تیار نہیں تو پھر (المحدیث کی) نماز ان کی اقتداء میں کیونکر معتبر ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بطور خاص نماز کو ایمان کہا ہے۔ اسی طرح قرآن و احادیث میں ترک نماز کو کفر و شرک سے تعبیر کیا گیا ہے، تو پھر نماز کے ایمان ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ لہذا جب نماز کے مسئلہ میں ان کی بنیاد ہی غلط ہے تو پھر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا چہ معنی دارد؟

قارئین کرام! مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف کے بہت سے عقائد انتہائی انحراف و اضطراب کا شکار ہیں۔ لہذا ”مخل فی العقیدہ“ امام کی اقتداء کیسے درست ہو سکتی ہے؟

مسئلہ زیر بحث پر ایک اور پہلو سے بھی گفتگو ہو سکتی ہے اور وہ ”تقلید شخصی“ کی وہ صورت ہے جو ہمارے ممالک میں عمومی طور پر خاص و عام پر مسلط ہے الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ ”تقلید جامد“ عقیدہ کا بہت بڑا انحراف ہے اور شرک کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ظاہر و بین احکام پر اپنے امام کے قول کو مقدم کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل حوالہ سے ظاہر ہوتی ہے:

جامع ترمذی کے ساتھ ”التقریر للترمذی“ کے نام سے ایک رسالہ چھپا ہوا ہے جو مولانا محمود الحسن دیوبندی کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک فقہی مسئلہ ”خیار مجلس“ پر بحث کرتے ہوئے موصوف نے شوافع کے ساتھ اپنا اختلاف نقل کیا ہے۔ پھر مذہب شوافع کے

استدلال میں بعض احادیث بھی نقل کی ہیں، اس کے بعد اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا ہے:

[الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی هذه المسألة ونحن

مقلدین یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفہ]

”حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعیؒ کے

موقف (کو حاصل ہے اور ہم چونکہ مقلد ہیں لہذا ہم پر تو امام ابوحنیفہؒ کی

تقلید واجب ہے۔“

قارئین کرام! یہاں پر ”تقلید جامد“ کا اسلوب ملاحظہ فرمائیں، پہلے حق کی

تعیین خود فرما رہے ہیں اور پھر محض تقلید کی وجہ سے خلاف حق یعنی باطل کو اختیار کر رہے ہیں۔ یہ

انتہائی قابلِ مذمت جمود ہے، کیونکہ پہلے حق کا اعتراف کیا گیا ہے جبکہ اعتراف حق کا معنی یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت اور حکم کچھ اور ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ

اس کے برخلاف ہے۔ لہذا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نہیں بلکہ اپنے امام کی مانیں گے۔

نیز اس عبارت سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے نزاع کے موقع

پر تقلید امام ضروری ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات یعنی حق کی پیروی کی ضرورت

نہیں۔ ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾

اب آپ انصاف سے بتائیے کہ اس قسم کی روش اللہ کی شریعت میں دخل اندازی اور

اس کے حکم میں شراکت کے مترادف نہیں؟ یقیناً یہ ”شُرک فی الحکم“ ہے۔ حالانکہ اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا﴾^①

”اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“

نیز فرمایا:

① سورۃ کہف آیت: ۲۶

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾^①
 ”اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اللہ اور رسول (کے حکم) کی
 طرف رجوع کرو۔“

نیز فرمایا:

﴿لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَا جَا﴾^②

”ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“

قارئین کرام! جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، معبودِ برحق ہے اور اس کے سوا دوسروں کی
 عبادت شرک ہے۔ ویسے ہی وہ ذات وحدہ لا شریک، شارع و حاکم ہے۔ اس کے سوا دوسروں
 کی اطاعت شرک ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلا شرک، شرک فی العبادۃ ہے جبکہ دوسرا شرک، شرک
 فی الاطاعت ہے۔ البتہ (شرعی امور میں) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی فرض ہے کیونکہ ان کی
 اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوئی جدا چیز نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾^③

”جس نے رسول کی اطاعت کی تو حقیقتاً اس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی۔“

صحیح بخاری کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى

اللَّهُ))^④

”جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس

نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

② سورة المائدة آیت: ۲۸

① سورة النساء آیت: ۵۹

④ صحیح بخاری: ۷۲۸۱

③ سورة النساء آیت: ۸۰

قارئین کرام! تقلیدِ شخصی کے شرک ہونے پر قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت انتہائی قابلِ غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا﴾^①
(سورۃ التوبہ: ۳۱)

”انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔“

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنایا ہوا تھا، حالانکہ اللہ کا فرمان یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور ان کا اپنے علماء کو رب بنانے کا معنی یہ بھی نہیں کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، یا ان کے نام کا (جانور) ذبح کرتے تھے یا انہیں سجدہ کرتے تھے، بلکہ رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں اپنے علماء کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنن ترمذی میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

((أَمَا أَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْْبُدُونَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحْلَوْ لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ))^②

”وہ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جب ان کے علماء ان کے لیے کسی چیز کو حلال کرتے تو اسے حلال مان لیتے تھے اور اگر کسی چیز کو حرام کرتے تو اسے حرام مان لیتے تھے۔“

گویا ہر معاملہ میں علماء کی اطاعت اور ان کے (اپنی طرف سے) حلال و حرام کردہ کو حلال و حرام قبول کرنا ہی انہیں رب بنانا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ شرک ہے۔

① سورۃ توبہ آیت: ۳۱
② ترمذی

صحابی رسول ﷺ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: ”کیا اہل کتاب نے اپنے اہبار و رہبان کی عبادت کی تھی؟ فرمایا: نہیں بلکہ ان کے حرام کردہ کو حرام مانتے تھے اور ان کے حلال کردہ کو حلال مانتے تھے۔ اسی چیز کو اللہ نے عبادت قرار دیا اور اسی قبیح حرکت کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا کہ ”انہوں نے اپنے علماء کو اپنا رب مان لیا ہے۔“
امام قرطبیؒ نے اسی آیت کے تحت فرمایا ہے:

[جعلوا اہبارہم و رہبانہم کا لا رب اب حیث اطاعوہم فی کل

شیء] ①

”انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو رب کا درجہ دے دیا تھا کیونکہ انہوں نے ہر بات میں ان کی اطاعت کی تھی۔“

افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی تقلیدِ جامد کی یہی صورت کارفرما ہے اور پورے دین کی عمارت ایک امام پر قائم کر دی ہے اور تمام احکام میں صرف ان کا (یعنی ان سے منسوب) فتویٰ اور قول قبول کیا جاتا ہے۔

یہ جمود، عقیدہ کا زبردست انحراف ہے۔ خود تمام آئمہ کرام رضی اللہ عنہم اس جمود سے بری ہیں۔ لہذا جن آئمہ مساجد کی یہ روش ہو ان کی اقتداء کیسے درست ہو سکتی ہے؟
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلاحِ عقیدہ کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب و سنت کی سچی محبت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہ وصحبہ واهل اطاعتہ اجمعین.

وکتبہ/عبداللہ ناصر رحمانی

امیر جمعیتہ الہمدیث صوبہ سندھ



پہلا رسالہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ. أَمَا بَعْدُ

سوال

حنفی مذہب رکھنے والوں کے پیچھے یعنی ان کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟
بینوا بالبرہان، توجوا الاجر من اللہ المنان

جواب

وباللہ تعالیٰ التوفیق: عقائدِ حنفیہ میں چند ایسی بنیادی خامیاں موجود ہیں جو کہ ان کی اقتداء سے مانع ہیں:
① اولاً: (عقیدہ کی پہلی خامی)

صفاتِ باری تعالیٰ میں تاویل کو برقرار رکھنا اور درست سمجھنا:
علامہ خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب ”المہند علی المفند“ جو کہ عقائدِ علماء دیوبند کا مجموعہ ہے اور اس پر مشہور اور اکابر علماء دیوبندی کی تصدیقیں موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند علامہ محمود الحسن، علامہ امیر حسن امر وہوی۔ علامہ اشرف علی تھانوی اور علامہ کفایت اللہ وغیرہم۔ اس کے صفحہ نمبر (۱۰) پر ہے کہ:

”اور ہمارے اماموں نے آیات میں جو صحیح لغت اور شرح کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں۔ مثلاً: استویٰ۔ اس سے مراد غلبہ ہوا اور ہاتھ سے قدرت۔ یہ بھی بات نزدیک ان کے حق ہے۔“

اس قسم کی تاویلیں عقیدہٴ سلفِ صالحین کے خلاف ہیں بلکہ قرآن و حدیث کے متعدد احکام کے بھی منافی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوبکر اسماعیل فرماتے ہیں کہ:

[اعلموا رحمکم اللہ ان مذاہب اہل الحدیث اہل السنۃ والجماعۃ الاقرار باللہ وملائکتہ وکتابہ ورسلہ وقبول ما نطق بہ کتاب اللہ وما صحت بہ الروایۃ عن رسول اللہ ﷺ لا معدل عماورد بہ یعتقدون ان اللہ تعالیٰ مدعو باسمائہ الحسنیٰ موصوف بصفاتہ الی وصف بہا نفسہ ووصف بہا نبیہ خلق آدم بیدہ ویداہ مبسوطتان بلا اعتقاد کیف واستویٰ علی العرش ولم یذکر کیف کان استواؤہ علی العرش]①

”سمجھو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، بیشک اہل الحدیث جو کہ (صحیح معنوں میں) اہل سنت

والجماعت ہیں ان کے مذاہب یہ ہیں:

”اللہ تعالیٰ (کے موجود ہونے) کا اقرار کرنا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں (کے برحق ہونے) کا اقرار کرنا، جو چیز یا بات اللہ کی کتاب بتائے اور جو چیز نبی کریم ﷺ سے صحیح مروی ہو اس کو قبول کرنا۔“ (چونکہ) جو بات صحیح روایت سے ثابت ہو اس سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔ اہل حدیث کا اعتقاد ہے کہ بلاشک اللہ تعالیٰ اپنے اچھے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور وہ ان صفتوں کے ساتھ موصوف ہے جو صفتیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے بیان کی ہیں۔ نیز نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو جن صفات کے ساتھ موصوف کیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس کے دونوں ہاتھ فراخ اور کھلے ہیں۔ لہذا اللہ کیلئے ہاتھ ہونے پر بغیر کیفیت و تصور کے اعتقاد اور ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے پر ایمان لانا بغیر کیفیت کے، جیسے اس کی ذات کو لائق

① کذا فی کتاب العلو للعلی الغفار للحافظ الذہبی، ص ۱۴۵ الہندی

ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اور اپنے مستوی ہونے کی کیفیت ذکر نہیں کی۔

ثابت ہوا کہ احناف کی تاویل میں اجماع سلف کے خلاف ہیں اور سلف صالحین کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

امام بیہقی کتاب ”الاسماء والصفات“ صفحہ ۳۹۱ طبع الہند میں امام اوزاعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

[كنا والتابعون متوافرون نقول: ان الله تعالى ذكره فوق عرشه
و نؤمن بماوردت السنة به من صفاته جل وعلا.....] ①

”ہم کثیر تابعین کی موجودگی میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اُن تمام صفات پر ہمارا ایمان ہے جو بھی سنت سے ثابت ہیں۔“

حافظ ابو عبد اللہ بطہ کتاب ”الابانۃ“ میں فرماتے ہیں کہ:

[اجمع المسلمین من الصحابة والتابعین ان الله على عرشه
فوق سمواته بائن من خلقه] ②

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر آسمانوں پر اپنی مخلوق سے بالکل الگ تھلگ ہے۔“

اسی طرح آئمہ دین ابو اسماعیل انصاری، عبد الرحمن بن حاتم، ابو نصر السجری، ابو الحسن اشعری، ابو عمر الطلمنکی، ابو نعیم اصفہانی اور ابو بکر اسماعیل الصابونی نے بھی سلف کا اجماع نقل کیا

③ ہے۔

② کتاب الابانۃ

① کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، ص ۳۹۱

③ کما فی العلو للذہبی

اور امام حاکم کی ”معرفة علوم الحديث“ (صفحہ ۸۴) میں امام ابن خزیمہ سے منقول ہے:

[من لم یقر بأن اللہ تعالیٰ علیٰ عرشہ قد استویٰ فوق سمواتہ
فہو کافر برہہ یستتاب فان تاب والا ضربت عنقہ والقی علی
بعض المزابل حیث لا یتأذی المسلمون والمعاهدون بنتن ریح
جیفته وکان ماله فیئاً لا یرثہ احد من المسلمین اذا المسلم لا
یرث الکافر کما قالہ ﷺ.....] ①

”فرماتے ہیں: جو شخص آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی
ہونے کا اقرار نہ کرے، وہ اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ اس کو
توبہ کی تلقین کی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بہتر، ورنہ اس کی گردن اڑادی
جائے اور اس کو گندگی کے ڈھیڑ پر پھینک دیا جائے تاکہ مسلمان اور ذمی
لوگ اس کی لاش کی بدبو سے تکلیف نہ پائیں (اس کا یہ حال بطور نصیحت
ہوگا) کوئی مسلمان اس کا وارث نہیں ہو سکتا، کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ
”کافر کا وارث مسلمان نہیں ہو سکتا“۔ ②

مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ”توحید خالص“ دیکھنی چاہئے۔
اور دوسری طرف علماء حنفیہ کی معتبر تفسیر جس کے مصنف علامہ ابو البرکات النسفی
ہیں۔ جنہیں مجتہد فی المذہب شمار کیا گیا ہے۔ ③

موصوف اپنی تفسیر ”مدارک التنزیل وحقائق التاویل“ میں ہر جگہ استویٰ کا معنی
استیلاء کرتے ہیں اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

① ”معرفة علوم الحديث“ للحاکم، صفحہ ۸۴

② صحیحین و سنن اربعہ و مسند احمد۔ صحیح الجامع الصغیر: ۷۸۵

③ کما فی التعلقات السنیة علی الفوائد البھیة للعلامة عبدالحئی لکھنوی، صفحہ ۱۰۱

[ثم استوى] استولى ﴿على العرش﴾ اضافة الاستيلاء الى العرش وان كان سبحانه وتعالى مستولياً على جميع المخلوقات لان العرش اعظمها واعلاها وتفسير العرش بالسرير والاستواء بالا استقرار كما تقوله المشبهة باطل، لانه تعالى كان قبل العرش والمكان، وهو الان كما كان لان التغيير من صفات الاكوان. ①

”ثم استوى“ کا معنی کرتے ہیں استولی یعنی اللہ تعالیٰ غالب ہوا عرش پر۔ استیلاء یعنی غلبہ کی نسبت عرش کی طرف ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوق پر غالب ہے۔ کیونکہ عرش تمام مخلوق سے بڑا اور اونچا ہے۔ عرش کا معنی چار پائی یا تخت کرنا اور استوی کا معنی استقرار (یعنی قرار پکڑنا) کرنا جیسا کہ فرقہ مشبہہ کا عقیدہ ہے، باطل ہے۔ کیونکہ ایک حالت سے دوسری کی طرف تغیر، ممکنات کی صفات سے ہے۔“
اور ملا علی قاری ”شرح فقہ الاکبر“ میں لکھتے ہیں:

(واما علوه تعالى على خلقه المستفاد من نحو قوله تعالى ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ [الانعام: ۸۱] فاعلو مكانة ومرتبة لا علو مكان كما هو مقرر عند اهل السنة والجماعة بل وسائر طوائف الاسلام من المعتزلة والخوارج وسائر اهل البدعة الاطائفة من المجسمة وجهلة من الحنابلة القائلين بالجهة تعالى الله عن ذلك علواً كبيراً. وقد اغرب الشارح حيث قال في قوله تعالى ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ [الشعراء: ۱۹۳] في ذلك

اثبات صفت العلو للہ تعالیٰ انتہی و غرابتہ لا تخفی اذ النزول و التنزیل تعدیثہا بعلیٰ، والمراد بنزولہ ہلہنا من جهة السماء علیٰ ان الکلام فی علو المکان علیٰ قلب الرسول ﷺ ولا نزاع فی هذا المقام ولا یلزم من ذالک علو المکان للملک العلام. واما قوله: وکلام السلف فی اثبات صفة العلو کثیر جداً بعدما ذکر بعض الآیات و الاحادیث الدالة علیٰ صفة الفوقیة و نعت العلو فی سلم الا انه مؤول کله بعلو المکانة..... وهكذا نحوہ فی المسائرة لا بن ہمام مع شرح المسامرة. ①

”اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر بلند ہونا، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۸)

”اور وہ بلند اور غالب ہے اپنے بندوں پر“۔

اس سے مرتبہ کی بلندی مراد ہے۔ نہ کہ کوئی مکان اور جگہ کے اعتبار سے بلندی مراد ہے۔ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک یہی مراد ہے۔ بلکہ اسلام کے باقی فرقوں معتزلہ، خوارج اور اہل بدعت کے نزدیک بھی یہی مراد ہے سوائے مجسمہ فرقے اور جاہل حبلیوں کے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند اور بڑا ہے۔ شارح کا اللہ تعالیٰ کے قول ”اتارا اس کو جبریل امین نے تیرے دل پر“ سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت علو ثابت کرنا عجیب و غریب بات ہے جو کہ بالکل واضح ہے کیونکہ نزول اور تنزیل علو کا پتہ دیتے ہیں۔ یہاں نزول سے مراد آسمان کی طرف سے اترنا ہے۔ اس بنا پر کہ کلام، نبی کریم ﷺ کے دل سے کسی

① شرح فقہ الاکبر لملا علی قاری، صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ

بلند جگہ پر ہے۔ اس مقام پر کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اس سے مالک الملک کا بلند مقام پر ہونا لازم نہیں آتا۔ اس (شرح) کا اور سلف کا ان آیات اور احادیث سے جو کہ فوقیت کی صفت اور صفتِ علو پر دلالت کرنے والی ہیں، خدا تعالیٰ کیلئے صفتِ علو ثابت کرنا مسلم ہے، لیکن وہ مؤول ہے (یعنی تاویل کیا گیا ہے) کہ اس سے مکان کی بلندی مراد نہیں بلکہ اس سے مرتبہ اور شان کی بلندی مراد ہے۔ ابن ہمام کی کتاب مسائرة مع شرحہ مسامرة کے صفحہ ۳۰ تا ۳۴ پر بھی اسی طرح کا ذکر ہوا ہے۔“

موجودہ احتاف کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی ملفوظات معروف بہ ”شائم امدادیہ“ سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ صفحہ ۳۸ پر ہے:

(بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ)

”بندہ اپنے وجود ظاہری سے پہلے خود ہی باطنی طور پر خدا تھا۔ اب بندہ ہی خدائے ظاہر ہے۔“

دلیل میں پیش کیا ہے کہ (ایک حدیثِ قدسی میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

((كنت كنزا مخفيا.....))^①

”میں پوشیدہ خزانہ تھا.....“ الخ

اور صفحہ ۵۹ پر ہے کہ فرمایا:

﴿إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَأَخْلَعُ نَعْلَيْكَ﴾ (سورۃ طہ: ۱۲)

”بے شک میں تیرا رب ہوں، پس اپنے جوتے اتار دو۔“

”جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطن سے آئی تھی، سب انسانوں میں

موجود ہے۔“^②

② حوالہ سابقہ، ص: ۵۹

① شائم امدادیہ، ص: ۳۸

اور صفحہ ۱۷ پر فرمایا:

”چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔“^①

جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ.....الآيَةَ﴾

(سورة الزمر: ۵۳)

”فرمادیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے۔“
مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ
قرینہ بھی انہی کے معنی کا ہے۔ آگے فرمایا ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾

”تم اللہ کی رحمت سے مت ناامید ہو جاؤ۔“

اگر مرجع اس کا اللہ تعالیٰ ہوتا تو فرماتا: (من رحمتی) تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔^②

اور صفحہ ۱۷ پر ہے:

”فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے۔ عورت آئینہ حق تعالیٰ ہے
اور اس میں جمال ایزدی ظاہر نمایاں ہے۔“^③

اور صفحہ ۱۰۰ پر ہے:

”میں (راوی) نے عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک
بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے۔ آگہوٹ تباہی میں آگیا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب
دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگہوٹ کو شانہ دیتے
ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ آگہوٹ دودن کا راستہ طے کر کے صحیح و سالم

③ ایضاً ص ۷۰

② ایضاً ص ۷۱

① شاکم امدادیہ ص ۷۱

کنارے پر لگ گیا۔ فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم؟ فاعل حقیقی خداوند کریم ہے۔ کیا عجب کہ صحیح ہو۔ دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا ہوتا ہے۔“^①

اور حاجی امداد اللہ ”ضیاء القلوب“ (صفحہ ۲۲) میں لکھتے ہیں کہ مراقبہ وحدت ہمہ اوست اور ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ﴾ [المحید: ۳] ”اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتداء و انتہا میں وہی ہے۔“۔ زبان سے کہا اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں۔ اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے۔ اور پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ دیگر مراقبات بہت ہیں جیسے:

﴿فَأَيُّمًا تَوَلَّوْا فَنَمَّ وَجْهَ اللَّهِ﴾ [البقرہ: ۱۱۵] اور ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ۱] اور ﴿وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا﴾ [النساء: ۱۲۶] اور ﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ [الذّٰر ریت: ۲۱]

”جدھر منہ پھیرو اور وہی خدا ہے۔ خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے۔ خدا ہر چیز کو احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟“^②

② ثانیاً: (عقیدہ کی دوسری خامی)

حنفیہ مابین الدینین (جو چیز دو گتوں یا تختیوں کے درمیان ہے) قرآن کو کلام اللہ (اللہ کا کلام) نہیں مانتے۔ ”شرح عقائد النسفیہ“ حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے صفحات ۴۱ سے ۴۲ تک دیکھنا چاہئے۔ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

(فنحن لا نقول بقدم الالفاظ والحروف وهم لا يقولون بحديث الكلام بل هو معنى قديم قائم بذات الله تعالى يلفظ ويسمع بالنظم الدال عليه ويحفظ بالنظم المخيل ويكتب نقوش واشكال موضوعة لحروف الدالة عليه..... فمعنى قوله تعالى ﴿حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ [توبہ: ۶] يسمع ما يدلک عليه

② شام امدادیه ایضاً ص ۱۰۰

① ایضاً ص ۱۰۰

کما یقال سمعت علم فلان فموسیٰ علیہ السلام سمع صوتا
 دالا علی اللہ تعالیٰ لکن لما کان بلا واسطۃ الكتاب والملك
 خص باسم الکلیم.....التحقیق ان کلام اللہ تعالیٰ اسم مشترک
 بین الکلام النفسی القديم ومعنی الاضافة کون صفة له تعالیٰ و
 بین اللفظی الحادث المؤلف من السور والایات ومعنی الاضافة
 انه مخلوق اللہ تعالیٰ لیس من تالیفات المخلوقین. ①

”ہم قرآن مجید کے الفاظ اور حروف کو قدیم نہیں مانتے اور وہ کلام کے
 حادث ہونے کے قائل نہیں ہیں..... بلکہ قرآن کا معنی قدیم ہے جو اللہ
 تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نظم کے ساتھ تلفظ کرتا ہے
 جو کہ اس قدیم معنی پر دلالت کرنے والا ہے اسی نظم کو اللہ تعالیٰ سناتا ہے
 اسی خیالی تصوراتی نظم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے نقوش اور ان
 شکلوں کو لکھا جاتا ہے جو کہ ان حروف کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ جو حروف
 معنی پر دلالت کرتے ہیں..... پس اللہ تعالیٰ کے قول ﴿حَتَّىٰ يَسْمَعَ
 كَلَامَ اللَّهِ﴾ [التوبہ: ۶] کا معنی ہے کہ ”یہاں تک کہ وہ الفاظ وغیرہ سنے
 جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرتے ہیں“۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے
 فلاں کا علم سنا..... لہذا موسیٰ علیہ السلام نے آواز سنی جو کہ اللہ تعالیٰ پر دلالت
 کرنے والی تھی چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا سننا بغیر کتاب اور بغیر فرشتہ کے واسطے
 سے تھا۔ اسی لئے ”کلیم اللہ“ کا خاص لقب پایا..... تحقیق یہ ہے کہ کلام اللہ
 پر اطلاق بالاشترک کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے۔ اس وقت کلام کی اضافت
 اللہ کی طرف اس معنی میں ہے کہ کلام اللہ اللہ کی صفت ہے۔ اور کلام اللہ کا

① شرح عقائد النسفیہ، ص ۴۱۔

اطلاق کلام لفظی پر بھی ہوتا ہے جو کہ حادث ہے۔ اور سورتوں اور آیات سے مل کر بنتا ہے اس وقت کلام کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس معنی میں ہے کہ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور مخلوقات کی تالیفات میں سے نہیں ہے۔“

یہ عقیدہ بھی سلف امت کے بالکل خلاف ہے۔ چنانچہ ابوبکر الخلال کہتے ہیں:

(انسانی حرب الکرمانی ثنا اسحاق بن راہویہ عن سفیان عن عمرو بن دینار قال: ادرکت الناس منذ سبعین سنة اصحاب رسول اللہ ﷺ فمن دونهم يقولون الله خالق وما سواه مخلوق الا القرآن فانه كلام الله منه خرج واليه يعود وقد تواتر هذا عن ابن عیینة.)^①

”مجھے حرب الکرمانی نے اسحق بن راہویہ کے واسطے سے خبر دی ہے کہ عمرو بن دینار نے فرمایا کہ میں ستر سال سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں سے سنتا آیا ہوں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے، اس کے علاوہ قرآن کو چھوڑ کر باقی تمام کائنات مخلوق ہے کیونکہ قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ یہ بات ابن عیینہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔“

اور اس طریقہ کی بناء پر علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں نماز پڑھنی درست ہے۔ اور اصل الفاظ قرآنیہ کی بجائے ان کا ترجمہ پڑھا جائے تو کافی ہے۔ کیونکہ بقول اس کے، کلام اللہ تو صرف لوح محفوظ میں ہے اور یہ تو اس کا مفہوم ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب ”ہدایہ“ صفحہ الصلوٰۃ میں ہے:

① کتاب العلو للذہبی، ص ۱۳۰ الہندی

(ولا بی حنفیة قوله تعالى ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأُولَيْن﴾
 [الشعراء: ۱۹۶] ولم يكن فيها بهذه اللغة ولهذا يجوز عند
 العجز الا أنه يصير مسيئا لمخالفة السنة المتوارثة ويجوز باى
 لسان كان سَوَاءً الفارسية هو الصحيح لما تلونا والمعنى
 لا يختلف باختلاف اللغات والخلاف فى الاعتداد ولا خلاف
 فى انه لا فساد. ①

”امام ابوحنیفہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ
 الْأُولَيْن﴾ [الشعراء] ”تحقیق وہ یعنی قرآن پہلے صحیفوں میں ہے۔“ کا
 معنی یہ ہے کہ قرآن ان صحیفوں میں اس لغت کے ساتھ نہیں تھا۔ اسی وجہ
 سے عذر کی بنا پر غیر عربی میں قرآن پڑھنا جائز ہے، اگرچہ سنت متواترہ
 کی بنا پر مکروہ ہے۔ اور فارسی سمیت ہر زبان میں قرآن پڑھنا جائز اور صحیح
 ہے۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لغات کے
 اختلاف سے معنی میں تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ غیر عربی میں قرآن کی تلاوت
 کے معتبر ہونے میں صرف اختلاف ہے۔ غیر عربی میں کتاب (قرآن)
 کو پڑھنے سے معنی فاسد نہیں ہوتا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔“

اور ”کفایہ شرح الہدایہ“ علی ہامش فتح القدر (ص ۲۰۰ ج ۱) میں ہے:
 (وصفه بكونه فى زبر الاولين ولم يكن القرآن بنظم فيها لا
 محالة فتعين ان يكون بمعناه فيها المقرر بالفارسية على سبيل
 الترجمة مشتمل على معناه فيكون جائز الحاقابه. ②)

② کفایہ شرح الہدایہ علی ہامش فتح القدر ص ۲۰۰ ج ۱

① ہدایہ، صفحہ الصلوٰۃ

”قرآن مقدس کے پہلے صحیفوں میں ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے نظم کے ساتھ ان صحیفوں میں تھا۔ معلوم ہوا کہ قرآن مجید ان صحیفوں میں اپنے معنی کے ساتھ تھا۔ اسی طرح قرآن کے معنی پر مشتمل فارسی قراءت بھی جائز ہوئی۔“

حالانکہ قرآن و حدیث میں اسی قرآن کو کلام اللہ کہا گیا ہے اور اجماع سلف صالحین سے بھی یہی ثابت ہے۔

③ ثالثاً: (عقیدہ کی تیسری خامی)

حنفیہ تو مسل کے قائل ہیں اور دراصل مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوری کتاب مذکورہ میں ص ۷ پر لکھتے ہیں کہ:

”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء شہداء و صدیقین کا توسل لینا جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات میں۔ بایں طور پر کہے کہ یا اللہ بوسیله فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں۔“^①

اور بعد میں لکھتے ہیں کہ ہمارے اکابر مرشد العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی شیخ المشائخ قطب عالم مولانا رشید احمد محدث گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہ نے اپنے بزرگان کے شجرے تصنیف فرمائے ہیں جو ان کے متوسلین میں شائع اور معمول بہا ہیں۔ علامہ تھانوی کے مؤلفہ ”قربات عند اللہ“ اور ”مناجات مقبول“ اس پر شاہد عدل ہیں کہ ان کے ہاں توسل اولیاء کرام حضرت حق تعالیٰ سے دعا کرنا جائز اور معمول بہا ہے۔ مناجات مقبول کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

صدقہ اپنے عزت و جلال کا
صدقہ پیغمبر کا ان کے آل کا

① کتاب مذکورہ، ص: ۷

اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا
 نام جن کا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ
 حضرت موسیٰ کا صدقہ اے کریم
 جو ہیں پیغمبر تیرے اور ہیں تیرے کلیم ①

اور یہی حاجی امداد اللہ صاحب جن کو ”مرشد العرب والعجم“ کہا گیا۔ ان کے
 ملفوظات ”شائم امدایہ“ (ص ۸۲) میں اشعار ہیں، جن میں وہ اپنے مرشد شاہ نور محمد کو یوں
 خطاب کرتے ہیں کہ:

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
 تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا
 بلکہ دن محشر کا ہوگا جس وقت قاضی خدا
 آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
 اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا ②

اس قسم کا عقیدہ صریحاً شرکیہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

③ رابعاً: (عقیدہ کی چوتھی خامی)

قرآنی عقیدہ کے مطابق ہمیشہ زندہ رہنے والی ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ (البقرة: ۲۵۵)

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ اور قائم و دائم ہے۔“

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورة المؤمن: ۶۵)

② شائم امدایہ، ص ۸۲

① کتاب مذکورہ ایضاً

”وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس خالص اسی کو پکارو، تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔“
 اور اس صفت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور سختی مذہب کے بموجب رسول اللہ ﷺ کو بھی اس دنیا والی حیات ہی قبر میں حاصل ہے۔ اور علامہ حسن شرمیلی ”مراقی الفلاح علی نور الایضاح“ ص ۳۳۷ مع حاشیہ طحاوی میں لکھتے ہیں:

(ومما هو المقرر عند المحققين انه ﷺ حسی برزق متمتع
 بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين
 عن شريف المقامات،.....) ①

”علمائے محققین کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں تمام لذتوں اور عبادات سے (بہرہ مند ہوتے) فائدہ دیے جاتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جو کہ اعلیٰ مقامات سے قاصر ہیں۔“

اور ”عقائد دیوبند“ صفحہ ۷ میں ہے کہ:

”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیاتی دنیا کی حیاتی ہے، مکلف ہونے کی، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور شہداء کے ساتھ۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو.....“ ②

یہ عقیدہ صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ (سورة الزمر: ۳۰)

① مراقی الفلاح علی نور الایضاح، ص ۳۳۷ مع حاشیہ طحاوی ② عقائد دیوبند صفحہ ۷

”تحقیق آپ بھی مرنے والے ہیں اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں۔“
 نیز علامہ قاسم نانوتوی نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کی بابت ایک مستقل کتاب
 بنام ”آپ حیات“ لکھی ہے جس کے صفحہ ۲ میں رقمطراز ہیں:
 ”رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلاکشوں کے عزالت
 گزین (تہائی میں)۔“^①

⑤ خامساً: (عقیدہ کی پانچویں خامی)

ایمان کے متعلق سلف اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ:

(قول وعمل ویزید وینقص)

”یعنی ایمان، قول اور عمل کا مجموعہ ہے اور زیادہ کم ہوتا ہے۔“

چنانچہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

(وقد نقل محمد بن نصر المروزی فی کتاب [تعظیم قدر
 الصلوٰۃ] عن جماعة من الائمة نحو ذلك وما نقل عن السف
 صرح به عبد الزراق فی مصنفه عن سفیان الثوری ومالک ابن
 انس والاوزاعی وابن جریج ومعمر وغیرہم وهؤلاء فقهاء
 الامصار فی عصرہم وكذا نقله ابو القاسم اللاحثی فی کتاب
 [السنة] عن الشافعی واحمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ وابی
 عبید وغیرہم من الائمة وروی بسنده الصحیح عن البخاری
 قال لرأیت اكثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رأیت
 احداً منهم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص

① آپ حیات، صفحہ ۲

واطنب ابن ابی حاتم واللالکائی فی نقل ذالک بالاسانید عن جمع کثیر من الصحابة والتابعین وکل من یدور علیہ الاجماع من الصحابة والتابعین وحکاه فضیل ابن عیاض ووکیع عن اهل السنة والجماعة.....)①

”محمد بن نصر مروزی نے کتاب ”تعلیم قدر الصلوٰۃ“ میں نقل کیا ہے کہ آئمہ کی ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ امام عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں سلف سے اس بات کی تصریح کی ہے۔ مثلاً سفیان ثوری، مالک بن انس، اوزاعی، ابن جریج اور معمر وغیرہ جو کہ اپنے شہروں اور اپنے زمانہ کے مشہور فقہاء ہیں۔ ابوالقاسم اللاکائی نے کتاب ”السنة“ میں امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابی عبید وغیرہ اماموں سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

صحیح سند کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ”میں نے مختلف شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء کو پایا وہ سبھی اس بات کے قائل تھے کہ ایمان قول ہے اور عمل ہے۔ بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور اللاکائی نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم سے اسانید کے ساتھ اس کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ یہی بات ایسے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جن کی بات اجماع کا فائدہ دیتی ہے۔ ایمان کی یہی مذکورہ بالا تعریف فضیل بن عیاض اور وکیع نے اہل سنت والجماعت سے نقل کی ہے۔“

① فتح الباری۔ ج ۱، ص ۲۸، ۵۲، طبع الریاض

نیز بے شمار آیات قرآنیہ اسی پر دلالت کرتی ہیں:

① ﴿وَإِذَا تَلَّيْتُمْ عَلَيْهِمْ آيَاتَهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ (سورة الانفال: ۲)
 ”اور جب (اللہ تعالیٰ کی) آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں
 میں زیادتی ہوتی ہے“۔

② ﴿وَيَزِدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ (سورة المدثر: ۳۱)
 تاکہ ”ایمان داروں کے ایمان کو اور زیادہ کرے۔“
 وغیرہما من الآيات۔ ”ان کے علاوہ اور آیات بھی ہیں۔“

اسی مضمون کی بابت کئی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ بالخصوص امام بخاری نے اپنی صحیح
 میں کتاب الایمان کے عنوان کے تحت کئی ایسے ابواب اور تراجم جمع کئے ہیں، جن سے سلف کا
 مسلک واضح اور مبرہن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام ابو عبید القاسم بن سلام کی
 ”کتاب الایمان“ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

نیز امام ابن خزیمہ کتاب التوحید صغیر صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں:

(ولقد ادرکت رجالا من العلماء والفقهاء بالعراق وسائر
 البلدان فسألتهم عن الایمان فقالوا بأجمعهم: الایمان قول
 وعمل ونية ويزيد وينقص) ①

”میں نے عراق اور دیگر شہروں میں بے شمار علماء اور فقہاء سے ایمان کے
 بارے میں پوچھا تو ان سب نے کہا کہ: ایمان قول و عمل اور نیت کا نام ہے
 اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔“

لیکن علماء حنفیہ کا ان کے خلاف عقیدہ ہے۔ وہ ایمان کو صرف دو چیزوں کا مجموعہ

① کتاب التوحید صغیر ابن خزیمہ، صفحہ ۹

بتلاتے ہیں:

(الاقرار باللسان والتصديق بالقلب)

”زبان سے اقرار کر لینا اور صدق دل سے مان لینا۔“

اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کرتے اور نہ ان کو ایمان کا جزء تسلیم کرتے ہیں۔ امام طحاوی کی ”کتاب العقیدہ“ (صفحہ ۱۷) میں ہے:

(الایمان هو الاقرار باللسان والتصديق بالجنان.....)①

”ایمان دو چیزوں کا مجموعہ ہے: زبان سے اقرار کر لینا اور دل سے

تصدیق کرنا۔“

اور علامہ ابوالمنعمی المغنیساوی الحنفی ”شرح الفقہ الأکبر“ (صفحہ ۳۱) میں فرماتے ہیں:

(ان العمل الصالح ليس جزءاً من الايمان لان العمل يزيد

وينقص.....)②

”عمل صالح، ایمان کا جزء نہیں ہے کیونکہ عمل میں کمی اور زیادتی ہوتی

رہتی ہے۔“

اور ”شرح عقائد نسفیہ“ (صفحہ ۸۸) میں ہے:

(فهلهنا مقامان: الأول ان الاعمال غير داخله في الايمان لما

مر من ان حقيقة الايمان هو التصديق لانه قدورد في الكتاب

والسنة عطف الاعمال على الايمان كقوله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ [البقرہ: ۲۷۷] وغیرہا فی

۹ اماکن [مع القطع بان العطف يقتضى المغايره. المقام الثانى ان

حقيقة الايمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من انها التصديق القلبی

① شرح الفقہ الأکبر صفحہ ۳۱

② کتاب العقیدہ امام طحاوی، صفحہ ۱۷

الذی بلغ حد الجزم والاذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى ان من حصل له حقيقة التصديق فسواء اتى بالطاعات او ارتكب المعاصي فتصديقه باق على حاله لا تغير فيه اصلاً.....) ①

(مختصر وهكذا في عامة كتبهم)

”پس اس جگہ دو مقام ہیں:

پہلا یہ ہے کہ تحقیق اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل مذکور ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے کیونکہ کتاب و سنت میں اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ جیسے فرمان الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (البقرہ: ۷۷-۷۸ وغیرہا)

”اور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔“

حالانکہ یقیناً معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ لہذا اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بیان ہوا کہ ایمان کی حقیقت یقین کی حد تک پہنچنے والی تصدیق ہے اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ جو شخص تصدیق و یقین رکھنے والا ہے وہ اچھے اعمال کرے یا برے اعمال کا مرتکب ہو اس کی تصدیق (ایمان و ایقان) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دونوں حالتوں میں تصدیق ایک ہی حالت پر باقی رہتی ہے۔“

ان کی اکثر کتابوں میں یہی عقیدہ مذکور ہے۔

① شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۸۸

اور بنا بریں نماز ان کے نزدیک ایمان نہیں حالانکہ کتاب و سنت میں اس کو ایمان کہا گیا ہے۔

(فی صحیح البخاری کتاب الایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان
وقول اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾
[البقرہ: ۱۴۳] یعنی صلواتکم عند البيت) ①

وفی فتح الباری (ص ۳۳، ج ۱): (وقع التنصيص على هذا التفسير من الوجه الذي اخرج منه المصنف حديث الباب فروى الطيالسي والنسائي من طريق شريك وغيره عن ابي اسحق عن البراء في الحديث المذكور فانزل الله ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ [البقرہ: ۱۴۳] [صلواتکم الی بیت المقدس] ②
”صحیح بخاری کتاب الایمان میں ہے۔ باب اس مسئلہ پر کہ نماز ایمان میں داخل ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔“ مراد یہ ہے کہ تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کو ضائع نہیں کرے گا۔“

”فتح الباری“ (ج ۱، ص ۳۳) میں اس تفسیر پر اس طریق یا سند سے صراحت ذکر کی گئی جس طریق یا سند سے مصنف (امام بخاری) نے اس باب کی حدیث روایت کی ہے۔ امام طیالسی اور امام نسائی نے مذکور حدیث میں شریک اور شریک کے علاوہ دوسروں سے ابو اسحاق سے براء سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں ضائع کرنے

② فتح الباری صفحہ ۳۳، ج ۱

① بخاری مع فتح الباری صفحہ ۳۳، ج ۱

والانہیں۔“

اور اسی لیے حنفی مذہب کے رکن رکیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی عدالت میں گواہی قبول نہیں کی گئی۔

(ونقل ابن عدی عن اسحق بن راہویہ سمعت آدم یقول کان شریک لا یجوز شہادۃ المرجئة فشهد عنده محمد بن الحسن فرد شہادته فقیل له فی ذالک فقال انا لا اجیز من یقول الصلوۃ لیست من الایمان) ^①

”ابن عدی نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ قاضی شریک مرجیہ کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے ان کے یہاں محمد بن حسن نے گواہی دی۔ انہوں نے ان کی گواہی کو ٹھکرا دیا چنانچہ اس کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ میں اُس شخص کی گواہی قبول نہیں کرتا جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہیں مانتا۔“

اور امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”السنۃ“ صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں:

(حدثنی یعقوب بن ابراہیم الدوری حدثنا عبدالرحمن بن مہدی قال: بلغنی ان شعبۃ قال لشریک کیف لا تجیز شہادۃ المرجیۃ؟ قال: کیف اجیز شہادۃ قوم یزعمون ان الصلوۃ لیست من الایمان.....) ^②

”یعقوب بن ابراہیم الدوری قاضی نے مجھے بتایا عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شعبہ نے شریک سے دریافت کیا: تم مرجیہ کی شہادت کیوں قبول نہیں کرتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں

① لسان امیران، ج ۵، ص ۱۲۱، ۱۲۲ ② کتاب السنۃ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل، صفحہ ۸۳

ایسے لوگوں کی گواہی کیسے قبول کروں جو نماز کو ایمان کا حصہ ہی نہیں مانتے۔“
اور اسی طرح کا معاملہ امام صاحبؒ کے دوسرے شاگرد قاضی ابو یوسف رضی اللہ عنہ کو بھی
درپیش آیا۔ امام محمد بن خلف الوکیع کتاب ”اخبار القضاة“ (صفحہ ۲۶۱، ج ۳) میں فرماتے ہیں:

(اخبرنی جعفر بن محمد قال سمعت اسحاق بن راہویہ يقول
سمعت یحییٰ بن آدم يقول رد شریک شهادة ابی یوسف فقيل
له اترد شهادة ابی یوسف فقال الا ارد شهادته وهو يقول ان
الصلوة ليست من الايمان.....)①

”جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہؒ سے سنا کہ وہ
فرما رہے تھے کہ میں نے یحییٰ بن آدم سے سنا کہ قاضی شریک نے
ابو یوسفؒ کی گواہی کو رد کر دیا۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے
لگے کہ میں ان کی شہادت کیوں نہ رد کروں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز ایمان کا
حصہ نہیں ہے۔“

اور امام حافظ ابوسعید العجلی ”تاریخ و معرفۃ الثقات“ (قلمی) کے باب الکوفیین میں
فرماتے ہیں:

(جاء حماد بن ابی حنیفة الی شریک یشہد عنده بشهادة فقال
له شریک: الصلوة من الايمان؟ فقال حماد لم یجز هذا فقال
شریک لکنا نبدأ بهذا فقال نعم هی من الايمان قال فتشهد
الان.....)②

”حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ قاضی شریک کے روبرو گواہی دینے کے لئے
آئے۔ قاضی شریک ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا نماز ایمان میں داخل

① اخبار القضاة امام محمد بن خلف الوکیع، صفحہ ۲۶۱، ج ۳ ② تاریخ و معرفۃ الثقات (قلمی) مطبوع، ص ۲۸۱

ہے؟ حماد کہنے لگے ہمارا آنا بحث کیلئے نہیں ہے۔ قاضی شریک فرمانے لگے: ہمیں تو اس کا جواب پہلے چاہئے۔ حماد نے جواب دیا کہ ہاں نماز ایمان میں سے ہے۔ قاضی شریک نے فرمایا کہ اب آپ گواہی دے سکتے ہیں۔“ اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ ترک الصلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ سلف صالحین، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رضی اللہ عنہم کے عقیدے کے خلاف ہے۔

(واخرج الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق قال ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يَرَوْنَ شَيْئاً مِنَ الْأَعْمَالِ تَرَكُهُ كُفْرًا غَيْرَ الصَّلَاةِ))^①

”امام ترمذی روایت لائے ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تارکِ صلوٰۃ کو کافر گردانتے تھے۔“ جیسا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۹ پر ہے۔

اور امام ابن حزم فرماتے ہیں:

(وقد جاء عن عمر وعبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابي هريرة وغيرهم من الصحابة رضی اللہ عنہم ان ((مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ قَرْصًا وَاحِدًا مُتَعَمِّدًا حَتَّى يَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ))^② ولا نعلم لهؤلاء مخالفة.....)

”سیدنا عمر، عبدالرحمن بن عوف، معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ: ”جس نے جان بوجھ کر صرف ایک نماز فرض چھوڑ دی یہاں تک کہ اس نماز کا وقت نکل گیا تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا۔“

اس بات میں ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ جیسا کہ الترغیب والترہیب

① مشکوٰۃ ص ۵۹ ② الترغیب والترہیب للمبذری ص ۳۸۳، ج ۱۔

للمنذری (ج ۱، ص ۳۷۳) میں ہے۔“

اور حافظ عبدالحق اشہیلی ”کتاب الصلوٰۃ“ میں فرماتے ہیں:

(ذهب جملة من الصحابة رضى الله عنهم ومن بعدهم الى تكفير تارك الصلوة متعمداً تركها حتى يخرج جميع وقتها منهم عمر بن الخطاب ومعاذ بن جبل وعبدالله بن مسعود وابن عباس وجابر وابوالدرداء وكذلك روى عن علي بن ابي طالب كرم الله وجهه. هؤلاء من الصحابة ومن غيرهم احمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعبدالله بن المبارك و ابراهيم النخعي والحكم بن عتيبه وايوب السخيتاني وابوبكر بن ابي شيبة وابو خيثمة زهير بن حرب.....)①

”تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے علماء حق قصد انماز چھوڑنے والے کو کافر سمجھتے تھے۔ انہی میں حضرت عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، حضرت جابر اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر آئمہ کرام جیسے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبد اللہ بن مبارک، ابراہیم نخعی، حکم بن عتیبہ، ایوب سخیتانی (ابوداؤد طیالسی)، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو خثیمہ زہیر بن حرب رضی اللہ عنہم سب اسی کے قائل ہیں۔“

علامہ ابن قیم کی ”کتاب الصلوٰۃ“ میں صفحہ ۴۱ پر اسی طرح مذکور ہے۔“

اور پھر صفحہ ۵۳ پر فرماتے ہیں:

① کتاب الصلوٰۃ لابن القیم، ص ۴۱

((فصل) فی سیاق اقوال العلماء من التابعین ومن بعدهم فی کفر تارک الصلوٰۃ ومن حکى الاجماع على ذالك وقال محمد بن نصر حدثنا محمد بن يحيى حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد بن زيد عن ايوب قال ترك الصلوٰۃ كفر لا يختلف فيه وحكى محمد عن ابن المبارك قال: من اخر صلوٰۃ حتى يفوت وقتها متعمداً من غير عذر فقد كفر وقال على بن الحسين بن شقيق سمعت عبد الله بن المبارك يقول من قال انى لا اصلى المكتوبة اليوم فهو اكفر من حمار وقال يحيى بن معين قيل لعبد الله ابن المبارك ان هؤلاء يقولون من لم يصم ولم يصل بعد ان يقربه فهو مؤمن مستكمل الايمان فقال عبد الله لا نقول نحن ما يقول هؤلاء من ترك الصلوٰۃ متعمداً من غير علة حتى أدخل وقتاً في وقت فهو كافر.)^①

”((فصل) تابعين اور بعد کے علماء کے تارک نماز کے بارے میں اقوال اور اس شخص کا بیان جس نے تارک نماز کے کافر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ نے اس نے کہا ہم کو حدیث بیان کی ابو النعمان نے اس نے کہا کہ ہمیں حدیث سنائی حماد بن زید نے کہ ایوب فرماتے ہیں کہ نماز کا چھوڑنا کفر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور محمد بیان کرتے ہیں عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جس نے قصد نماز ترک کر دی یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا، تو وہ بلا عذر ایسا کرنے سے کافر ہو گیا۔ علی ابن الحسین بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے

① کتاب الصلوٰۃ لابن القیم، ص ۵۰

عبداللہ بن مبارک کو کہتے سنا کہ جس نے کہا کہ میں ”آج فرض نماز نہیں پڑھوں گا“ تو وہ گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز اور روزے کا اقرار تو کرے لیکن ان کو ادا نہ کرے تو وہ کامل ایمان والا مومن ہے۔ عبداللہ بن مبارک فرمانے لگے، ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔ جو شخص بلا سبب نماز نہ پڑھے اور وقت نکل جائے اور اگلی نماز کا وقت شروع ہو جائے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔“

(وقال ابن ابی شیبۃ قال النبی ﷺ ((مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ)) فيقال له: ارجع عن الكفر فان فعل والاقتل بعد ان يؤجله الوالى ثلاثة ايام وقال احمد بن يسار سمعت صدقة بن الفضل سئل عن تارك الصلوة فقال: كافر، فقال له السائل أتبين منه امراته؟ فقال صدقة واين الكفر من الطلاق، لو ان رجلاً كفر لم تطلق منه امراته؟ قال محمد بن نصر سمعت اسحاق يقول صح عن النبي ﷺ ان تارك الصلوة كافر، وكذلك كان راي اهل العلم من لدن النبي ﷺ الى يومنا هذا ان تارك الصلوة عمداً من غير عذر حتى يذهب وقتها كافر.....) ①

”اور امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:
”نماز کو قصد ترک کرنے والا کافر ہے۔“

اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ کفر سے باز آجائے اگر توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ حاکم وقت تین دن کی مہلت کے بعد اس کا سر قلم کر دے۔

احمد بن یسار فرماتے ہیں کہ صدقہ بن فضل سے تارکِ صلوة کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے سائل پوچھنے لگا کیا اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے؟ صدقہ نے جواب دیا کہ کفر کی طلاق سے کیا نسبت کہ اگر آدمی کافر ہو جائے تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو؟ یعنی لازماً طلاق ہو جائے گی۔

محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق کو کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ سے (بطریق) صحیح مروی ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ زمانہ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک علماء کا یہی مذہب رہا ہے۔ بلا عذر نماز کو قصداً ترک کرنے والا یہاں تک کہ اس نماز کا وقت فوت ہو جائے کافر ہے۔“

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام اور آئمہ حدیث ﷺ ترکِ الصلوة کو کفر کہنے پر متفق تھے۔^①

برخلاف اس کے حنفیہ نماز کو ایمان نہیں کہتے نہ اس کو ایمان کا جزء سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی اقتداء میں نماز کیسے درست ہو سکتی ہے؟ نیز جب وہ نماز کو ایمان نہیں جانتے تو معلوم نہیں کیا پڑھ رہے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر حنفیہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔ اور حنفیہ کے مایہ نماز عالم مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی کتاب ”الرفع والتکمیل“ میں تسلیم کیا ہے نیز امام ابو داؤد سجستانی کتاب ”مسائل الامام احمد بن حنبل“ (صفحہ ۴۳) میں فرماتے ہیں:

(قلت لاحمد اصلى خلف المرجية قال: اذا كان داعيا لا يصلى

خلفه.....)^②

① مزید تفصیل کیلئے کتاب الشریعۃ الآجری اور کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل اور کتاب السنۃ لملاکانی وغیرہ دیکھنی چاہئیں۔

② کتاب مسائل الامام احمد بن حنبل لابن داؤد صفحہ ۴۳

”میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں مرجیہ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں؟ یا پڑھ لیتا ہوں۔ وہ فرمانے لگے: جب مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والا اپنے باطل مذہب کی دوسروں کو دعوت اور ترغیب دینے والا ہو اس وقت اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔“

نیز اس کی بابت کتاب ”السنة“ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل اور ”التاریخ الکبیر“ للامام البخاری اور ”مسائل الامام محمد بن عثمان ابی شیبہ“ (قلمی) وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنی چاہئیں۔ پس اس عقیدہ کے علاوہ مذکورہ بالا عقائد بھی ان کی اقتداء سے مائع ہیں۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز کو درست قرار دیتے ہیں۔ ان کی مشہور دو دلیلیں ہیں:

① اول: یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ:

((صَلُّواْ اٰخِلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ))

”ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔“

حالانکہ یہ روایت غیر صحیح اور قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(فقد اخرجه ابو داؤد والدارقطنی واللفظ له والبيهقي من حديث مكحول عن ابى هريرة وزاد ((وَجَاهِدُواْ مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ)) وهو منقطع وله طريق اخرى عند ابن حبان في الضعفاء من حديث عبد الله بن محمد بن يحيى ابن عروة عن هشام عن ابى صالح عنه وعبد الله متروك ورواه الدارقطنى من حديث الحارث عن على ومن حديث علقمة والاسود عن عبد الله ومن حديث مكحول ايضاً عن وائلة، ومن حديث ابى الدرداء من طرق كلها واهية جداً قال العقيلي ليس في هذا المتن اسناد يثبت، وللبيهقي في هذا الباب الاحاديث كلها

ضعیفہ غایۃ الضعف وأصح ما فیہ حدیث مکحول عن ابی ہریرۃ
 علی ارسالہ وقال ابو احمد الحاکم هذا حدیث منکر.....^①
 ”اس حدیث کو ابوداؤد اور الدار قطنی نے روایت کیا ہے لفظ دار قطنی کے
 ہیں اور بیہقی میں مکحول کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور اس میں
 یہ لفظ زائد ہیں:

((وَجَاهِدُوا مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ))

”جہاد کرو نیک اور بد کی قیادت میں“۔

یہ روایت منقطع ہے، ابن حبان کے نزدیک الضعفاء میں اس حدیث کی
 ایک دوسری سند ہے جو کہ یہ ہے۔ عبداللہ بن یحییٰ بن عروہ ہشام سے
 روایت کرتے ہیں وہ ابی صالح سے اور عبداللہ متروک راوی ہے۔
 الدار قطنی نے حارث کی بیان کردہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
 اور علقمہ اور الاسود کی بیان کردہ حدیث عبداللہ سے روایت کی ہے اور مکحول کی
 بیان کردہ حدیث وائلہ سے بھی روایت کی ہے اور ابوالدرداء کی بیان کردہ
 حدیث بھی لائے ہیں لیکن یہ تمام اسانید باکل کمزور ہیں۔ عقلی فرماتے ہیں
 کہ اس متن کی کوئی سند بھی ثابت نہیں ہے اور امام بیہقی کی اس باب میں تمام
 روایتیں انتہائی کمزور ہیں۔ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث مکحول کی
 بیان کردہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بھی مرسل ہے۔

ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔“

علامہ ابن حجر کی کتاب التلخیص الجبیر ج ۲/۱، ص ۳۵ طبع مصر اور پاکستان
 میں اس طرح تفصیل ہے۔

① التلخیص الجبیر لا بن حجر، ص ۱۲۵، ج ۱، طبع مصر و پاکستان

اور امام ابو داؤد نے بھی اس روایت کو بوجہ منقطع ہونے کے ضعیف کہا ہے۔^①
 اور امام عبدالعظیم المنذری مختصر سنن ابو داؤد ص ۳۸ میں اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں:
 ((لم یسمع مکحول عن ابی ہریرۃ.....))^②
 ”مکحول کا سماع حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔“

اور اسی طرح امام شوکانی نے ”نیل الاوطار“ (صفحہ ۱۷۴ جلد ۳) میں، علامہ شمس الحق
 عظیم آبادی نے ”عون المعبود شرح سنن ابی داؤد“ (صفحہ ۳۲۵) میں، علامہ سیوطی نے ”الجامع
 الصغیر“ (صفحہ ۳۹ جلد ۲) میں، علامہ مناوی نے ”فیض القدر شرح الجامع الصغیر“ (صفحہ
 ۲۶۰ جلد ۳) میں اور علامہ امیر یمانی نے ”سبل السلام“ (صفحہ ۲۹ جلد ۲) میں اور دیگر علماء نے
 اپنی کتابوں میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ پس یہ روایت ہی ثابت نہیں تو پھر اس سے
 استدلال بھی درست نہیں۔

④ ثانیاً: یہاں بریہ فاجر (نیک یابد) کا سوال نہیں بلکہ یہاں عقیدے کی بحث
 ہے۔ لہذا یہ روایت علی تقدیر تسلیم الصحیح (صحیح ماننے کی صورت میں) بھی خارج عن
 النزاع (بحث سے خارج) ہے۔

دوسری دلیل صحیح بخاری کی روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کہ وہ
 اپنے گھر میں محصور تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ ان بلوایوں کا مسجد پر قبضہ ہے اور جماعت
 کر رہے ہیں، کیا ان کے ساتھ نماز ادا کریں یا نہ؟ جواب میں انہوں نے فرمایا:

((الصلوۃ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنُ مَعَهُمْ،
 فَاِذَا اَسَاءَ وَاَفْجَتَبَ اِسَاءَ تَهُمْ))^③

① نصب الرایۃ للزیلعی الحنفی، ص ۲۷، ج ۲

② مختصر سنن ابو داؤد امام عبدالعظیم المنذری، ص ۳۸

③ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ المقنون المبتدع، حدیث: ۶۹۵

”لوگوں کے تمام اعمال میں نماز سب سے بہتر عمل ہے۔ لہذا لوگ جب اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ نیکی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں تو ان غلط کاموں سے بچو اور الگ رہو۔“

مگر اس روایت سے بھی استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت کوئی حنفی نہ تھا اور نہ اس قسم کے فاسد عقائد ظاہر ہوئے تھے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ عقائد سلف کے عقائد کے خلاف ہیں۔ الحاصل صحت اور جواز کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس بھی معقول یا قابل تسلیم دلیل نہیں۔ اور جب کہ ثابت ہوا کہ حنفیوں کے عقائد اہل السنّت اور سلف صالحین کے عقائد کے خلاف ہیں۔ لہذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں کہا جاسکتا۔

هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب

دوسرا رسالہ

بُدْعَتِی کے پیچھے نماز کا حُکم

نالیب

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

اسلام میں نماز کو انتہائی اہم مقام حاصل ہے جب کوئی شخص توحید و رسالت کا اقرار کر لے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہو جاتی ہیں، اسلام میں اس بات کا کوئی تصور بھی نہیں کہ کوئی شخص مسلم ہونے کا دعوے دار ہو اور وہ نماز ادا نہ کرتا ہو، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں منافقین اپنے نفاق کو چھپانے کے لیے نماز کو باجماعت ادا کیا کرتے تھے، اسلام میں جہاں نماز کی اس قدر اہمیت ہے وہاں اسے سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ خلافِ سنت کوئی عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ زِدٌّ) ①

”جس کسی نے ایسا عمل کیا کہ جس کا حکم ہم نے نہیں دیا اس کا وہ عمل مردود ہے۔“

اسی طرح نماز بھی اس شخص کی اقتدا میں ادا کرنا ضروری ہے جو عاملِ بالسنہ ہو، امام کے عقائد و نظریات اور اعمالِ قرآن و حدیث سے متصادم ہوں تو ایسا شخص سرے سے امامت کا اہل ہی نہیں، اس مسئلہ پر تمام اہل السنۃ اور اہل حدیث (کے جمہور) علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی بدعتیہ اور بدعتی شخص نماز پڑھا رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نماز ادا نہیں ہوگی۔ بدعتی سے مراد جمہمیہ، خارجیہ، معتزلہ، روانض، مرجئیہ وغیرہ ہیں اور جو شخص عقائد میں ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ موافقت رکھتا ہے تو وہ بھی انہیں میں داخل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

① صحیح مسلم: ۱۷۱۸

((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))^①

”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

اور اس کے پیچھے بھی نماز کا وہی حکم ہے کہ جو ان باطل فرقوں کا ہے۔

استاذ محترم شیخ حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کافی محنت اور عرق ریزی سے ایسے حوالہ جات اکٹھے کیے جن سے انہوں نے ثابت کیا کہ اہل البدعت کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی، اسی طرح انہوں نے موجودہ دور کے مقلد فرقہ دیوبندیہ کے باطل عقائد و نظریات کو بھی دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان حضرات کے عقائد اور نظریات بھی ان باطل فرقوں کی طرح ہیں بلکہ انہوں نے مختلف باطل فرقوں کے عقائد و نظریات کو اپنا (کرچوں چوں کا مرہ بنا) رکھا ہے جس کی وجہ سے تمام باطل فرقوں کے عقائد اس فرقہ کے نظریات میں شامل ہو گئے۔ موصوف نے اس موضوع پر ایک دوسری کتاب ”اکاذیب آل دیوبند“ کے نام سے ترتیب دے رکھی ہے جو عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے (ان شاء اللہ) موصوف بلاشبہ موجودہ دور میں سلف کا ایک نمونہ ہیں اور قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ وہ عمل سلف صالحین پر عمل پیرا ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو طویل عمر اور صحتِ کاملہ عطاء فرمائے اور تمام طرح کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمائے تاکہ قرآن و حدیث کی تحقیق پر جو کام انہوں نے شروع کر رکھا ہے وہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ آمین یا رب العالمین

کتبہ: ابو جابر عبداللہ دامانوی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

① صحیح بخاری و مسلم، سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، صحیح الجامع الصغیر: ۶۶۸۹

دوسرا رسالہ



سوال کیا دیوبندی عقائد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

(ذوالفقار بن ابراہیم الاثری، محترم الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ [سعودی عرب])

جواب

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی رسولہ الامین،

أما بعد:

دین اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے دوسرا بنیادی رکن: الصلوٰۃ (نماز) ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾^①

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((فَأَخْبِرُهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ

وَلَيْتَهُمْ))^②

”پس انہیں خبر دے دو کہ بیشک اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں

فرض کی ہیں۔“

یہ پانچوں نمازیں باجماعت امام کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک

آدمی سے کہا:

① سورۃ بقرہ: ۴۳

② صحیح البخاری: ۲۰۷۲-۲۰۷۳ صحیح مسلم: ۱/۲۰۰ مع النووی

① ((هَلْ تَسْمَعُ الْبِدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟))

”کیا تو نماز کی آذان سنتا ہے؟“

اس آدمی نے کہا: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَجِبْ))

”پس اس کا جواب دے۔“ (یعنی نماز مسجد میں امام کے ساتھ پڑھ)

اس حکم اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ (صحیح العقیدہ) امام کے پیچھے نماز

باجماعت پڑھنا لازمی ہے الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

اگر امام صحیح العقیدہ نہ ہو، بدعتی ہو تو اس کے بارے میں مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے۔

بدعت کی اقسام:

بدعت کی دو بڑی قسمیں ہیں:

(1) بدعتِ صغریٰ مثلاً شیخ المتقدّمین۔ (کتشیح عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ)

(2) بدعتِ کبریٰ (کالرفض) ②

بدعتِ صغریٰ والے کی روایت مقبول ہے بشرطیکہ وہ ثقہ و صدوق ہو۔

بدعتِ کبریٰ کی دو قسمیں ہیں:

(ا) بدعتِ مفسدہ (کبدعة الخوارج وغیرہم) ③

(ب) بدعتِ مکفرہ (کبدعة الجهمیة وغیرہم) ④

اگر بدعتِ مکفرہ ہو تو ایسے شخص کی روایت مردود ہوتی ہے۔

① صحیح مسلم: ۶۵۳ و ترقیم دارالسلام: ۱۴۸۶

② میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۵۳، و ہدی الساری، ص ۴۵۹

③ فتح الباری، ج ۱ ص ۴۶۶، و ہدی الساری، ص ۳۸۵

④ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، ص ۸۳، نو: ۲۳

بدعتی کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے فتوے

① محدث سلام بن ابی مطیع رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

مشہور ثقہ محدث سلام بن مطیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

[الجهمية كفار لا يصلي خلفهم] ①

”جہمیہ کفار ہیں۔ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ زہیر بن نعیم البابی کو عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابن حبان ② نے ثقہ قرار دیا ہے۔ والحمد للہ

② امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام اہل سنت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اہل البدع کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

[لا يصلي خلفهم مثل الجهمية والمعتزلة] ③

”جہمیہ اور معتزلہ جیسوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں:

[قلت: من خاف أن يصلي خلف من لا يعرف؟ فقال: يصلي فان

تبين له أنه صاحب بدعة أعاد] ④

”میں نے (امام احمد سے) کہا: جسے یہ خوف ہو کہ وہ اس شخص کے پیچھے

نماز پڑھ رہا ہے جسے وہ جانتا نہیں؟ تو (امام احمد نے) فرمایا: وہ نماز پڑھ

① مسائل احمد روایت ابی داؤد، ص ۲۶۸، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۹، شرح السنۃ لملاکائی، ج ۲، ص ۳۲۱ ح ۵۱۷

② الثقات ۲۵۶/۸

③ کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۰۳ فقرہ ۶۰

④ مسائل صالح: ۳۵۲، ص ۱۱۹

لے۔ پھر اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ (امام) بدعتی ہے تو (اپنی نماز کا)
اعادہ کر لے۔“

③ امام وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[لا یصلی خلفہم] ①

”ان (جہمیہ) کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“

④ امام یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

محدث یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ سے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا

تو انہوں نے فرمایا: [لا] ”یعنی ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“

پوچھا گیا کہ کیا مرجیہ کے پیچھے نماز پڑھی جائے؟ تو انہوں نے فرمایا:

[انہم لخبثاء] ②

”بے شک وہ خبیث ہیں۔“

⑤ امام بخاری رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[ما أبالی صلیت خلف الجہمی والرافضی أم صلیت خلف

الیهود والنصارى....] ③

”مجھے پرواہ نہیں ہے کہ جہمی ورافضی کے پیچھے نماز پڑھوں یا یہود و نصاریٰ

کے پیچھے نماز پڑھوں؟

② السنۃ ۱۲۳/۱ فقرہ: ۵۵۵ وسندہ صحیح

① السنۃ لعبداللہ بن احمد ۱۱۵/۱ فقرہ: ۳۳۳ وسندہ صحیح

③ غلق فعال العباد ص ۲۲، فقرہ: ۵۳۰

یعنی جس طرح یہود و نصاریٰ کے پیچھے نماز پڑھنے کا کوئی مسلم (مسلمان) قائل نہیں اسی طرح ہمیں اور رافضی کے پیچھے بھی نماز نہیں ہوگی۔“

⑥ امام زہیر بن البابی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

امام زہیر بن البابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[اذا تيقنت أنه جهمي أعدت الصلوة خلفه الجمعة وغيرها] ①
 ”اگر تجھے یقین ہو جائے کہ وہ (امام) جمعی ہے تو اس کے پیچھے جمعہ وغیرہ
 کی نماز کا اعادہ کر لے۔“ (یعنی دوبارہ نماز پڑھ)

⑦ امام ابو عبید القاسم بن سلام اور امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

امام ابو عبید القاسم بن سلام اور امام یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہما، دونوں بدعتی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دہرانے کے قائل تھے۔ ②

⑧ امام قوام السنہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

[قال قوام السنة اسماعيل بن محمد الفضل الاصبهاني (متوفى
 ٥٣٥هـ): فأصحاب الحديث لا يرون الصلوة خلف أهل البدع
 لتلايبراه العامة فيفسدون بذلك] ③

”امام قوام السنہ اسماعیل بن محمد بن فضل الاصبہانی رضی اللہ عنہ نے کہا:
 ”اور محدثین کرام اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے قائل نہیں ہیں تاکہ
 عوام الناس گمراہ نہ ہو جائیں۔“

① السنۃ ۱/۱۲۹، فقرہ: ۳۰۷ و سندہ صحیح

② السنۃ ۱/۱۳۰، فقرہ: ۵۷۵، صحیح، فقرہ: ۶۰۷، سندہ صحیح

③ الحجۃ فی بیان الحجۃ و شرح عقیدۃ اہل السنۃ ۲/۵۰۷

آئمہ اہل سنت کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی بدعت شدید اور خطرناک ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اسی پر اہل سنت کا اجماع ہے۔
بدعتی کے بارے میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَقَفَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَيَّ هَذَا الْإِسْلَامَ))^①

”جس نے بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔“

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری کے استاد العباد بن یوسف الشکلی کے بارے میں حافظ ذہبی اور حافظ الصفدی نے کہا ہے:

[وهو مقبول الرواية]^②

”اور ان کی روایت مقبول ہے۔“

اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے والا؟:

نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا ہے۔^③

آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک امام نے قبلہ کی طرف تھوکا ہے تو فرمایا:

((لَا يُصَلِّي لَكُمْ))^④

”یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔“

اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

① کتاب الشریعہ للآجری، ص ۹۶۲، ج ۲، ۲۰۴۰

② تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲۳، ص ۴۷۹ والوانی بالوفیات، ج ۱۶، ص ۳۷۳، توفی ۳۱۲ھ

③ صحیح البخاری: ۱۲۱۳ صحیح مسلم: ۵۴۷

④ سنن ابی داؤد: ۴۸۱ وسندہ حسن وصحیح ابن حبان، الموارد: ۳۳۴

① ((وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ))

اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ کو تکلیف دینے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیزاری، بدعت اور بدعتی سے:

امام مجاہد رضی اللہ عنہ (بن جبر) تابعی شہیر فرماتے ہیں:

”میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے ظہر یا عصر کی آذان میں تھویب

کہہ دی (یعنی ”أَصَلُّوْهُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ پڑھا) تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(أُخْرِجْ بِنَاءً، فَإِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ) ②

”ہمیں یہاں سے نکال لے جاؤ، کیونکہ بے شک یہ (مؤذن کا ظہر و عصر

میں ”أَصَلُّوْهُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کہنا) بدعت ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ ③

جو لوگ ”لا قدر“ (وغیرہ) کہہ کر تقدیر کا انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اعلان فرمایا:

④ (فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيٌّ مِنْهُمْ وَأَنْهُمْ بَرَاءٌ مِنِّي)

”انہیں کہہ دو کہ میں ان سے بری (بیزار) ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔“

دیوبندیوں کے چند خطرناک عقائد:

اہل بدعت کے بارے میں منج اہل سنت کی اس وضاحت کے بعد عرض ہے کہ

② سنن ابی داؤد: ۵۳۸ و صحیح حدیث حسن

① حوالہ سابقہ

③ سنن الترمذی: ۲۱۵۲ و قال: ہذا حدیث حسن صحیح غریب ④ صحیح مسلم: ۸

ہندوستان کا ایک شہر ”دیوبند“ ہے جس کی نسبت تین قسم کے لوگوں سے ہے:

- ① دیوبند کا رہنے والا، چاہے ہندو ہو یا مسلم۔
- ② مدرسہ دیوبند کا پڑھا ہو یا فارغ التحصیل شخص۔
- ③ علماء دیوبند کا ہم عقیدہ وہم مسلک شخص۔

اول الذکر ہماری اس بحث سے خارج ہے، ثانی الذکر اگر علمائے دیوبند کا ہم عقیدہ وہم مسلک نہیں ہے تو وہ بھی اس بحث سے خارج ہے اور اگر ہم عقیدہ ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو ثالث الذکر کا حکم ہے۔

ثالث الذکر کے بارے میں واضح ہے کہ ((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) (صحیح بخاری و مسلم) کی رو سے اس کا اور علمائے دیوبند کا ایک ہی حکم ہے۔

علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد بالا اختصار پیش خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبند کی بدعت انتہائی شدید اور خطرناک ہے۔

① عقیدہ وحدت الوجود:

حاجی امداد اللہ ”مہاجر مکی“ نے کہا ہے: ”نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ فقیر و مشائخ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی رشید احمد و مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیر ہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں کبھی خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔“^①

وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ:

”تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوا کو محض اعتباری سمجھنا

① شام امدادیہ، ص ۳۲ و کلیات امدادیہ، ص ۲۱۸

جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا۔“^①
 ”صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو
 محض اعتباری سمجھنا۔“^②

حاجی امداد اللہ صاحب کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:
 ”حضرت صاحبؒ کے وہی عقائد ہیں جو اہل حق کے ہیں۔“^③
 قاری طیب دیوبندی، ”مہتمم“ دارالعلوم دیوبند نے کہا ہے:

”حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ، جو گویا پوری اس جماعت دیوبند کے شیخ
 طائفہ ہیں۔“^④

حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور
 باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو بزرخ البرازخ کہتے ہیں۔“^⑤
 حاجی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اور اس کے بعد اس کو ھُو ھُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور
 (یعنی اللہ) ہو جائے۔“^⑥

علامہ رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہوتے ہوئے لکھا ہے:

”یا اللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں
 ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں اور جو میں ہوں وہ تو ہے

① حسن اللغات فارسی اردو، ص ۹۴۱ ② علمی اردو لغت، تصنیف وارث سرہندی، ص ۱۵۵۱

③ امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۷۰ ④ خطبات حکیم الاسلام، ج ۷، ص ۲۰۶

⑤ کلیات امدادیہ/ضیاء القلوب، ص ۳۵، ۳۶ ⑥ کلیات امدادیہ، ص ۱۸

اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ.....“^①

ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا:

”بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے۔“^②

اس ضامن علی کے بارے میں علامہ رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

”ضامن علی جلال آبادی تو تو حید ہی میں غرق تھے۔“^③

خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق و مخلوق، عابد و معبود، اور اللہ و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ اس باطل عقیدے کے ابطال کے لیے دیکھئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ”ابطال وحدة الوجود والرد علی القائلین بہا“ طبع لجنة البحث العلمي، الكويت۔

② شرکیہ عقائد:

حاجی امداد اللہ صاحب اپنے پیر نور محمد چچا نوی صاحب کے بارے میں ”فرماتے“

ہیں کہ:

”آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا

آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا“^④

حاجی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

① مکاسب رشیدیہ، ص ۱۰، فضائل صدقات، حصہ دوم، ص ۵۵۶ ③ ایضاً، ص ۲۳۲

② تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۳۲ ④ شام امدادیہ، ص ۸۳، ۸۴، امداد المصنق، فقرہ: ۲۸۸

”یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا نبیؐ حال ابتر ہو افریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا ① فریاد ہے“ ②

مولانا زکریا کاندھلوی تبلیغی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ: صاحب
قرآن ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا:

”یہ تیرا باپ بڑا گناہ گار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا۔ جب اس
پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اُس شخص کی فریاد کو
پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے“ ③

① اس قسم کے نصوص دیوبندیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد حنیف خالد دیوبندی صاحب مخلوق کے لیے مشکل
کشاکشا کا لفظ جائز قرار دینے کے لیے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے بندوں کی مختلف اسباب کے ذریعے
مدد کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا دارالاسباب ہے۔ یہاں اسباب کو اختیار کیے بغیر عام طور پر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اب
جس سبب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مدد کی ہے یا کوئی مشکل حل کی ہے، اصل مددگار اور مشکل حل کرنے والا اللہ
تعالیٰ ہے مگر محض آلہ اور واسطہ کے درجے میں اس سبب کو بھی مددگار اور مشکل حل کرنے والا کہہ دیا جاتا
ہے۔ جیسا کہ آج کل کے محاورے میں بھی ایسا کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہمارا بڑا ہی حمایتی اور مددگار
ہے، فلاں شخص نے ہمارا فلاں مشکل مسئلہ حل کر دیا ہے، یہاں یہ کہنے والا شخص یقینی طور پر اصل اور ذات کے
اعتبار سے تو حمایتی، مددگار اور مشکل حل کرنے والا اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتا ہے مگر صرف اسباب کے درجے میں
اس شخص کو بھی حمایتی، مددگار اور مشکل حل کرنے والا کہہ دیتا ہے، شرعاً اس طرح کہنا کوئی ناجائز یا شرک و کفر
نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔“ (فتویٰ ۹/ ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ، ص ۱، غیر مطبوعہ)

بعینہ یہی عقیدہ بریلویوں کا ہے۔ محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ”لیکن دیوبندی
بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔“ (اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، ج ۱، ص ۳۸)
② کلیات امدادیہ، ص ۹۰، ۹۱ ③ تبلیغی نصاب، ص ۹۱، فضائل درود ص ۱۱۳

③ جہمیہ اور مرجیہ کی موافقت:

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرقہ جہمیہ کے بارے میں لکھا ہے:

”اور جہمیہ^① جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً ((يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيكُمْ)) میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔ اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے.....“^②

مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب آیات صفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدود کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔“^③

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں نے جہمیہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے:

(ولا يقال ان يده قدرته أو نعمته لان فيه ابطال الصفته وهو قول

لاهل القدر والاعتزال ولكن يده صفته بلا كيف)^④

① یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ حافظ ذہبیؒ، جہم بن صفوان کے بارے میں لکھتے ہیں:

[وكان ينكر الصفات وينزه الباري عنها بزعمه ويقول بخلق القرآن ويقول: ان الله في الامكنة كلها]

”وہ صفات کا انکار کرتا تھا اور اپنے زعم میں باری تعالیٰ کو ان سے منزہ قرار دیتا تھا، خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔“ (سیر اعلام النبلاء ۶/۲۶، ۲۷)

② تقریر ترمذی للتھانوی، ص ۲۰۳-۲۰۴ ③ المہند، ص ۴۲ جواب سوال: ۱۳-۱۴

④ الفقہ الاکبر مع شرح القاری، ص ۳۶، ۳۷

”اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس میں صفت کا ابطال ہے اور یہ قول قدریوں اور معتزلہ کا ہے۔ لیکن اس کا ہاتھ اس کی صفت ہے بغیر کیفیت کے“۔

مرجیہ کی طرح دیوبندی حضرات ایمان میں زیادتی اور نقص کے بھی قائل نہیں ہیں اُن کے نزدیک ایمان فقط تصدیقِ قلب کا نام ہے۔ دیکھئے ”حقانی عقائد الاسلام“، ص ۱۲۳، تصنیف عبدالحق حقانی و پسند فرمودہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب۔

مفتی محمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:

”خدا ہر جگہ موجود ہے۔“^①

اپنے اس باطل عقیدے پر مفتی مذکور نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

”ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے۔“^②

اس کذب و افتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے چہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے:

[والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالى في كل مكان]^③

”ملتزمہ نے باری سبحانہ و تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔“

④ اکابر پرستی اور غلو:

دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے بارے میں سخت غلو کرتے ہیں۔ مولوی محمد الیاس دیوبندی، بانی جماعت تبلیغ کی نانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں کہ جن میں آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب

و غریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔“^④

① ملفوظاتِ فقیہ الامت، ج ۲، ص ۱۴ ③ تلمیس ابلیس، ص ۱۳۰، قسم اہل البدع

② ایضاً، ص ۱۴ ④ تذکرۃ مشائخ دیوبند، حاشیہ ص ۹۶، تصنیف مفتی عزیز الرحمن

اس ٹٹی کے بارے میں مولانا عاشق الہی دیوبندی میرٹھی نے لکھا ہے:
 ”پوٹڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی
 زالی مہک پھوٹی تھی کہ ایک دوسرے کو سگھاتا اور ہر مرد اور عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر
 دھلوائے اُن کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا“۔^①

پاخانہ کو دیوبندیوں کا تبرک بنا کر رکھنا تو آپ نے پڑھ لیا، اب مولانا زکریا تبلیغی
 صاحب کا قول پڑھیے:

”لیکن مجھ جیسے کم علم کے لیے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے“۔^②

اہل حق سے، ان کے نزدیک مراد علماء دیوبند ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب
 فرماتے ہیں:

”اور دلیل نہیں ہم مقلدوں کے لیے تو فقہاء کا فتویٰ ہے اور فقہاء کی دلیل تفتیش کرنے
 کا ہم کو حق حاصل نہیں“۔^③

⑤ گستاخیاں:

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی^④ ایک صحیح حدیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھتا ہے:
 ”لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی
 تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔“^⑤

① تذکرۃ الخلیل، ص ۹۶، ۹۷

②

③ امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۱۳، ۳۱۴

④ دیوبندیوں کی معتبر کتاب ”علمی مجالس“ میں لکھا ہوا ہے کہ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ الاسلام
 عبدالعزیز بن باز نے ایک شخص کو اپنی مجلس سے نکال دیا تھا جس کے بارے میں انہیں یقین ہو گیا تھا کہ امین
 اوکاڑوی کا شاگرد ہے۔ (علمی مجالس، ص ۲۶۱)

⑤ مجموعہ رسائل، ج ۳، ص ۳۵۰، طبع ستمبر ۱۹۹۴ء

میں نے جب اپنے طویل خط ”امین اوکاڑوی کا تعاقب“ میں عبارت مذکورہ کا حوالہ دیا تو اوکاڑوی نے اعتراض کی عبارت بدل کر اسے کاتب کی غلطی قرار دیا۔^① حالانکہ عبارت مذکورہ کاتب کی غلطی نہیں بلکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“، ص ۴۳، فقرہ: ۱۹۸ مطبوعہ: المدنی دارالکتاب سرے گھاٹ۔ حیدرآباد اور ”تجلیاتِ صفر“ ج ۴ ص ۲۸۸ مطبوعہ امدادیہ ملتان، از نعیم احمد دیوبندی ملتانی استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان، میں بھی موجود ہے۔ تجلیاتِ صفر، ج ۱، ص ۲۹ پر محمد نعیم ملتانی کے لیے اشاعت کا اجازت نامہ حکم محمد امین اوکاڑوی، ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ موجود ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کا اسے کاتب کی غلطی قرار دینا خود اُنکے قلم سے منسوخ اور غلط ہے۔

✽ ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی نے لکھا ہے:

”نماز میں اقعاء خود رسول پاک ﷺ سے ثابت ہے۔^② لیکن (مسلم شریف ج ۱، ص ۱۹۵) پر اسے عقبۃ الشیطان کہا گیا ہے..... دیکھیں اپنے کئے ہوئے فعل کو عقبۃ شیطان کہا جا رہا ہے۔^③

حالانہ جس اقعاء کو عقبۃ شیطان کہا گیا ہے وہ اقعاء رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے جو اقعاء ثابت ہے وہ دوسرا اقعاء ہے۔ عقبۃ الشیطان والا اقعاء قطعاً نہیں ہے۔ دیکھئے محولہ کتابوں کی شروح، لہذا جھنگوی کا قول مذکور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہے۔

✽ نبی ﷺ بعض اوقات سری نمازوں میں ایک دو آیتیں جبراً پڑھ دیتے تھے اس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق کی حالت غالب ہوئی تھی جس میں یہ جبر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کی خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا

① دیکھئے: ماہنامہ الخیر ملتان، ج ۱۸، شمارہ ۴، ص ۴۱، جولائی ۲۰۰۰ء رجب الثانی ۱۴۲۱ھ

② ترمذی، ج ۱، ص ۳۸، ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۳۳ ③ تحفہ اہل حدیث، ج ۲ ص ۱۲۱

ہے۔“ ①

یہ چند حوالے بطور نمونہ لکھے گئے ہیں ورنہ دیوبندیوں کی گستاخیاں بہت زیادہ ہیں۔

❁ مولانا حسین احمد ٹانڈوی مدنی نے کہا:

”اس کو عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ معصماً ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا

عصمہ معتبر نہیں۔“ ②

مزید لکھتے ہیں:

”کیونکہ بعض کے راوی عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ مدلس ہیں۔“ ③

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدلس قرار دینا بہت بڑی گستاخی ہے۔

تسمیہ: امام شعبہ سے یہ قول بالکل ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدلس تھے۔

❁ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنی نے لکھا ہے:

”الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔“ ④

❁ مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ قاضی زاہد الحسنی دیوبندی لکھتے ہیں:

”پاکستان میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے بعد

میں ان عقائد میں ترمیم فرمادی یا رجوع کر لیا تھا، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور اہل بدعت کی

طرح افتراء ہے۔ حضرت کے یہی عقائد آخر تک تھے۔“ ⑤

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے میری کتاب ”اکاذیب آل دیوبند“

❁ مولانا زکریا کاندھلوی تبلیغی نے محدثین کرام کے بارے میں لکھا ہے:

”ان محدثین کا ظلم سنو!“ ⑥

② توضیح الترمذی، ج ۱، ص ۴۳۶

① تقریر ترمذی، ص ۱۱۷

④ الشہاب الثاقب، ص ۴۲

③ ایضاً، ص ۴۳۷

⑥ تقریری بخاری، ج ۳، ص ۱۰۴

⑤ چراغ محمد، ص ۹۰، ۹۱

① اندھی تقلید:

تقلید کا مطلب یہ ہے:

”بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی۔“

”بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اُتارنا“^①۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

”تقلید کہتے ہیں اُمّتی کا قول ماننا بلا دلیل..... اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا

تقلید نہیں کہلائی گا وہ اتباع کہلاتا ہے۔“^②

اس تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا بیان سن لیں:

”معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قولِ امام ﷺ کے مطابق ہی رہے گا۔ اس لیے کہ ہم امام

ﷺ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لیے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال

وظیفہ مجتہد ہے۔“^③

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد سے حجت پکڑنا جائز

نہیں ہے۔ مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے ایک قوی حدیث کا جواب سوچنے کے لیے دس

سال سے زیادہ کا عرصہ لگا دیا۔^④

مولانا محمود الحسن دیوبندی صاحب نے صاف اعلان کیا:

”آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوبِ اتباع

محمدی ﷺ و وجوبِ اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں۔“^⑤

② الافاضات الیومیہ، ج ۳ ص ۱۵۹ ملفوظ: ۲۲۸

① القاموس الوحید ۱۳۴۶

④ دیکھئے: فیض الباری، ج ۲ ص ۲۵، العرف الشذی، ج ۱،

③ ارشاد القاری، ص ۱۲

ص ۱۰۷، معارف السنن، ج ۳ ص ۲۶۴ درس ترمذی، ج ۲ ص ۲۲۴

⑤ ادلہ کاملہ، ص ۸۷

شیخ مقبل بن ہادی الیمینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

[التقليد حرام، لا يجوز لمسلم أن يقلد في دين الله.....] ①
 ”تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ اللہ کے دین میں تقلید کرے۔“
 اور کہا:

[فالتقليد لا يجوز والذين يبيحون تقليد العامي للعالم نقول

لهم: أين الدليل؟]

”یعنی تقلید جائز نہیں ہے اور جو لوگ عامی (جاہل) کیلئے عالم کی تقلید جائز قرار دیتے ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ (اس کی) دلیل کیا ہے؟ اور کہا:

[نصيحتي لطلبة العلم؛ الابتعاد عن التقليد، قال الله سبحانه

وتعالى: ﴿لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ ②]

”میری طالب علموں کے لیے یہ نصیحت ہے کہ وہ تقلید سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چل۔“

④ اہل حدیث سے بغض:

دیوبندی حضرات اہل حدیث سے سخت بغض رکھتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی

صاحب نے اہل حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

”اس لیے احتیاط یہی ہے کہ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔“ ③

اور اگر کوئی شخص اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کے لیے تھانوی فتویٰ درج

ذیل ہے:

③ امداد الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۳۹

① تحفة الحبيب علی أسئلة الحاضر والغریب، ص ۲۰۵

② غارة الاشرطه علی أهل الجمل والفسطه، ص ۱۲۱۱

”نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہوگی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔“^①

اہل سنت کے ایک ثقہ امام احمد بن سنان الواسطی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۵۹ھ) نے اہل بدعت کی یہ (بڑی) نشانی بیان فرمائی ہے کہ وہ اہل حدیث سے بغض رکھتے ہیں۔^②

حال ہی میں دیوبندیوں نے بنگرام، صوبہ سرحد، پاکستان میں ایک (سلفی) اہل حدیث مسجد شہید کر دی ہے، اس المناک سانحے پر حضور کے دیوبندی حضرات خوشی مناتے ہوئے بیان جاری کرتے ہیں کہ:

”بنگرام کی فضا کو خراب کرنے والے شریک ہیں۔ سرحد حکومت ایسے لوگوں کے خلاف کاروائی کرے۔ ایک حجرے کو عبادت گاہ کا درجہ دے کر علاقے کی فضا کو فرقہ واریت سے لبریز کرنا سازش ہے..... کچھ لوگ بیرونی امداد اور اشاروں پر وہاں فرقہ واریت پھیلانا چاہتے ہیں اور غیر مقلدیت کے نام سے نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے.....“^{③④}

① امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۲۵۳

② دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری، ص ۴ و عقیدۃ السلف للصابونی، ص ۱۰۲ و اسندہ صحیح

③ بیان جاری کرنے والے چند علماء یہ ہیں: قاری عبدالرحمن، مولوی عبدالسلام، مولوی رشید احمد، مولوی فضل واحد، قاری چن محمد، مولوی عبدالخالق، وغیرہم دیکھئے: روزنامہ اسلام راولپنڈی، ج ۱، شمارہ ۲۱۹، ۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۴ء

④ پرانے مسائل کو چھیڑ کر سلفی حضرات کو گالی گلوچ، رسائل و کتب کی تالیف و توزیع اور مساجد تک کو جلانے اور گرانے کی یہ کاروائیاں پاکستان اور انڈیا میں احناف نے کی ہیں۔ پاکستان کے صوبہ سرحد ضلع مانسہرہ شہر بنگرام کی مسجد عثمان بن عفان کو مقامی متعصب احناف نے آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ۲۰۰۴ء کا ہے اور اس مسجد کے متولی شیخ عمر خطاب الریاض میں موجود ہیں۔ ان سے تفصیلات معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اسلام آباد سے شائع ہونے والے ”سیاحتہ الامتہ“ نامی ماہنامہ (عربی) اور بعض دیگر اخبارات میں اس واقعہ کے بارے میں کئی صفحات میں رپورٹ شائع کی گئی تھی۔ جلتی مسجد میں قرآن کے نسخے (مع اردو ترجمہ و تفسیر، احسن البیان) بھی جلنے لگے۔ بعض لوگوں کے توجہ دلانے پر کہا گیا کہ ”جلنے دو یہ سعودی قرآن ہے۔“..... مزید اگلے صفحہ پر

اہل حدیث سے دیوبندیوں کا بغض کسی حوالے کا محتاج نہیں ہے۔ مہانت والی پالیسی رکھنے والوں کو چاہئے کہ عصر حاضر میں ماسٹر امین اوکاڑوی، ابوبکر عازر پوری، حبیب اللہ ڈیروی وغیرہم جیسے دیوبندیوں کی کتابیں دیکھیں جو کہ عام مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ کسی ایک کتاب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں، دیوبندیوں کے اسلاف نے اہل حدیث کے خلاف ”نظم المساجد باخراج الوهابیین من المساجد“ نامی رسالہ لکھ کر اہل حدیث کو مسجدوں میں نمازیں پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ ﴿وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ﴾ (البروج: ۲۰) یہ کتاب ”نظم المساجد“ مطبوع و متداول ہے۔

تنبیہ:

اہل الحدیث سے بغض اور کتاب و سنت میں تحریفات کرنے والے اور بھی بہت سے فرقے ہیں مثلاً مسعود احمد بی۔ ایس۔ سی (تکفیری) کی جماعت المسلمین، ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی برزخی (تکفیری) کی جماعت جدید خوارج اور موجودہ تکفیری جماعتیں وغیرہ، ان کا بھی وہی حکم ہے جو دوسری بدعتی جماعتوں کا ہے ان کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ ان تمام گمراہ فرقوں سے براءت اور علیحدگی ضروری ہے۔

① ختم نبوت پر ڈاکہ:

اہل حدیث کو مسجدوں سے نکالنے والوں کا ختم نبوت کے بارے میں عجیب و غریب عقیدہ ہے۔ علامہ محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی صلعم

..... پچھلے صفحے سے) اسی طرح آندھرا پردیش ہندوستان کے شہر گنور میں ابھی پچھلے ماہ رمضان (۲۰۲۷ھ) میں سلفی خواتین نے اپنی ایک مسجد میں باجماعت تراویح کیلئے آنا شروع کیا، احناف نے روکنا چاہا، شور مچایا، سر پھوڑے اور مسجد کو گرا دیا گیا۔ (ابوعدنان)

میں کوئی فرق نہ آئے گا۔^①

تنبیہ: اصول حدیث میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ نبی ﷺ پر پورا درود لکھنا چاہئے صرف اشارہ کر دینا (مثلاً، جس، صلعم) صحیح نہیں ہے۔^②

قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا ہے:

”تو یہاں ختم نبوت کا یہ معنی سن لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ نبوت مکمل ہو گئی وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع ہو گئی اور دنیا میں اندھیرا پھیل گیا۔“^③

حالانکہ صحیح حدیث میں آیا ہے:

((إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ))^④

”بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔“

رہا یہ کہنا کہ ”اندھیرا پھیل گیا“ تو یہ قاری طیب صاحب کی گپ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ دین اسلام کے ساتھ چاروں طرف روشنی ہی روشنی پھیل گئی ہے اور اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ والحمد للہ

اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ کا قیامت سے پہلے بطور نشانی کے، آسمان سے نازل ہونا^⑤ اس سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ، رسول اللہ ﷺ سے پہلے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے تھے اور یہی حضرت عیسیٰ ﷺ آسمان سے دمشق (شام) میں سفید منارے پر نازل

① تحذیر الناس، ص ۳۴

② دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح، ص ۲۰۸، ۲۰۹ وغیرہ۔

③ خطبات حکیم الاسلام، ج ۱، ص ۳۹

④ سنن الترمذی: ۲۲۷۲۰ قال: صحیح غریب

⑤ کشف الاستار فی زوائد البرزخ، ج ۱/۳۲، ح ۳۳۹۶، سندہ صحیح

ہوں گے۔ نیز دیکھئے میری کتاب ”القول الصحيح فيما تواتر في نزول المسيح“
یاد رہے کہ کسی حدیث میں یہ بالکل نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عليه السلام پیدا ہوں گے۔ پیدا
ہونے والی بات غیر مسلم قادیانیوں کی گپ ہے جس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔
⑨ گمراہی کی طرف اعلانیہ دعوت:

دلائل مذکورہ اور دیگر دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دیوبندیت ایک گمراہ
فرقہ ہے۔ سلفی علماء نے دیوبندیوں کا بدعتی ہونا دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے، دیکھئے:
① معجم البدع للشيخ رائد بن صبري بن أبي علفة، ص ۹۵ ② القول البليغ في
التحذير من جماعت التبليغ للعلامة حمود التويجري ③ جماعت التبليغ عقيدتها
وأفكار مشائخها لميان محمد أسلم ④ السراج المنير في تنبيه جماعة التبليغ على
أخطاءهم للشيخ الدكتور محمد تقى الدين الهاللي المراكشي ⑤ ونظرة عابرة
اعتبارية حول الجماعة التبليغية للشيخ سيف الرحمن الدهلوي ⑥ المورد العذب
الزلال فيها انتقد على بعض المناهج الدعوية من العقائد والأعمال للشيخ الامام
أحمد بن يحيى بن محمد النجمي ص ۲۴۲-۲۵۷ و عليه تقرير الشيخ صالح بن
فوزان الفوزان وتقرير الشيخ ربيع بن هادي المدخلي ⑦ الجماعات الاسلامية
في ضوء الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة ص ۳۳۵-۳۶۷ للشيخ أبي أسامة
سليم بن عيد الهاللي.

درج ذیل کبار علماء نے دیوبندیوں وغیرہ کی جماعت کو بدعتی اور گمراہ قرار دیا ہے:

۱۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ ①

۲۔ شیخ الاسلام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ:

(قال في جماعة التبليغ وهي جماعة الديوبنديين عندهم

خرافات عندهم بعض البدع والشرکيات فلا يجوز الخروج

① الجماعات الاسلامية، ص ۳۷۷ والقول البليغ، ص ۲۸۹ تا ۲۹۰

معهم الا انسان عنده علم يخرج لأن ينكر عليهم ويعلمهم^①
 ”انہوں نے جماعتِ تبلیغ کے بارے میں فرمایا کہ: یہ دیوبندوں کی
 جماعت ہے۔ ان میں بعض خرافات اور بعض بدعات و شرکیات پائی جاتی
 ہیں لہذا انکے ساتھ خروج جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو صاحبِ علم ہو
 اور وہ انکے نظریات کا رد کرنے اور انہیں تعلیم دینے کے لیے انکے ساتھ
 خروج کرے۔“

۳۔ محدث العصر امام البانی رحمہ اللہ:

(قال؛ جماعة التبليغ لا تقوم على منهج كتاب الله وسنة رسوله

عليه الصلوة والسلام وما كان عليه سلفنا الصالح)^②

”انہوں نے لکھا ہے کہ: جماعتِ تبلیغ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منہج پر قائم نہیں اور نہ ہی ہمارے سلف صالحین کے طریقے پر ہے۔“

یہ چند حوالے بطورِ نمونہ لکھے ہیں ورنہ تمام کبار علماء ان دیوبندوں اور تبلیغیوں کی
 بدعت و گمراہی کی گواہی دیتے ہیں لہذا یہ ثابت ہوا کہ دیوبندی فرقہ بدعتی ہے۔ دیوبندی
 حضرات اپنے فرقے کی طرف لوگوں کو تحریراً، تقریراً اور تمام ممکنہ طریقوں سے دعوت دیتے
 ہیں۔ بدعت کی طرف دعوت دینے والے شخص کی روایت اصلاً مردود ہوتی ہے۔^③

تنبیہ:

زمانہ تدوین حدیث کا وہ راوی جس کی جمہور محدثین کرام نے توثیق کی ہے وہ اس

حکم سے مستثنیٰ ہے۔^④

② کشف الستار ص ۶۲

① کشف الستار عملاً تجملہ بعض الدعوات من اخطار، ص ۵۲

③ دیکھئے: کتاب الحج و حین لابن حبان، ج ۳ ص ۶۳، ۶۴

④ نیز دیکھئے ”التنکیل بما فی تانیب الکوفری من الاباطیل“، ج ۱، ص ۴۲-۵۲

چونکہ دیوبندی حضرات اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لہذا اصول حدیث کی رو سے ان کی روایت مردود ہے۔

⑩ انکار حدیث:

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اندھی تقلید کی وجہ سے دیوبندی حضرات (آل دیوبند) حدیث صحیح کا انکار کر دیتے ہیں۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

”رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں“^①

مولانا تقی عثمانی دیوبندی نے تقلید شخصی پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے:

”اور اگر ایسے مقلد کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پا کر امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔“^②

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک مقلد کا صرف یہ کام ہے کہ وہ حدیث کی طرف رجوع نہ کرے بلکہ صرف اپنے مزعوم امام کی طرف ہی رجوع کرے۔ ورنہ حدیث پر علم کرنے کی صورت میں وہ ”گمراہ“ ہو جائے گا! (نعوذ باللہ)

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے لکھا ہے کہ ”لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے“^③

دیوبندیوں کے ہاں تقلید کی اس قدر اہمیت ہے کہ وہ تقلید کو کسی طور پر بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے چاہے قرآن و حدیث کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے جیسے مدت رضاعت میں وہ قرآنی حکم کے برخلاف ڈھائی سال کے قائل ہیں۔

② تقلید کی شرعی حیثیت، ص ۸۷

① احسن الفتاویٰ، ج ۳ ص ۵۰

③ ایضاح الادلہ، ص ۶۷ طبع قدیم

⑪ نماز بھی خلاف سنت :

دیوبندیوں کی نماز سنت کے مخالف ہوتی ہے مثلاً بھول جانے کی صورت میں ان کا امام صرف ایک طرف دائیں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرتا ہے جس کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث، اجماع یا آثار سلف میں نہیں ہے۔ یہ لوگ نمازیں بھی انتہائی لیٹ کر کے پڑھتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ ہر دیوبندی مسجد میں کیا جاسکتا ہے۔

ایک صحیح حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر (صحیح العقیدہ) امراء (حکمران) نمازیں لیٹ کر کے پڑھیں تو اپنی نماز اول وقت میں پڑھ لینی چاہئے۔ اور اسکے بعد اگر کوئی ان کے ساتھ نماز پائے تو دوبارہ نفل سمجھ کر پڑھ لے۔^①

علاوہ ازیں ان کے آئمہ اتنی جلدی اور تیز نمازیں پڑھاتے ہیں کہ الامان والحفیظ، رکوع اور سجود میں تعدیل ارکان کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ نماز صرف ایک پریڈ معلوم ہوتی ہے اور رمضان المبارک میں تراویح میں تو حد ہو جاتی ہے اور قرأت میں یعلمون تعلمون کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

⑫ قرآن و سنت کی غلط تاویلیں اور تحریفات :

ہر سلفی العقیدہ آدمی جس کا دیوبندیوں سے ٹکراؤ ہے، اس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ یہ لوگ قرآن و سنت کی غلط تاویلیں کرتے ہیں اور تحریفات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً آیت:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”پس اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔“

سے یہ لوگ مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید کا وجوب ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس آیت کریمہ سے سلف صالحین میں سے کسی نے یہ استدلال نہیں کیا۔ اور نہ سوال کرنا تقلید کہلاتا ہے بلکہ اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ عدم علم کی حالت میں (بغیر تعین مذاہب

① دیکھیے صحیح مسلم کتاب المساجد، حدیث: ۶۲۸

اربعہ) علماء سے (کتاب وسنت کا) مسئلہ پوچھا جائے۔
 دیوبندیوں نے تاویل مذکور کے ساتھ عوام الناس کو صراط مستقیم سے ہٹا رکھا ہے۔
 جو شخص یہ سمجھے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم میں سے ایک
 متعین کا قول ہی صحیح ہے۔ اس کی اتباع کرنی چاہیے دوسرے کی اتباع نہیں کرنی چاہیے، ایسے
 شخص کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

(فمن فعل هذا كان جاهلاً ضالاً، بل قد يكون كافراً، فإنه متى اعتقد
 أنه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هؤلاء الأئمة دون
 الامام الآخر فإنه يجب أن يستتاب فإن تاب والا قتل، بل غاية
 ما يقول انه يسوغ أو ينبغي أو يجب على العامي أن يقلد واحداً لا
 بعينه من غير تعين زيد ولا عمرو، وأما أن يقول قائل: انه يجب
 على العامة تقليد فلان أو فلان فهذا لا يقوله مسلم) ^①

”پس جو شخص ایسا کرے وہ جاہل وگمراہ ہے بلکہ بعض اوقات کافر ہو جاتا
 ہے۔ کیونکہ جب وہ یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں پر ان (چار) اماموں میں سے
 ایک متعین امام کی اتباع واجب ہے دوسرے (کسی) امام کی نہیں تو یہ
 ضروری ہے کہ اسے توبہ کرائی جائے اگر کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا
 جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عامی کے لیے زید و عمرو کے
 تعین کے بغیر کسی ایک غیر متعین کی تقلید ^② جائز، بہتر یا واجب ہے۔ رہا یہ
 کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے: عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے تو اس کا
 کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔“

① مجموع فتاویٰ، ج ۲۲، ص ۲۳۹ ② تقلید کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ عامی کے لیے
 بھی تقلید جائز نہیں ہے۔ عامی پر یہ واجب ہے کہ وہ صحیح العقیدہ علماء سے قرآن وسنت پوچھ کر اس پر عمل
 کرے۔ قرآن وحدیث پوچھنا اور اس پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع واقفہ کہلاتا ہے۔

شیخ الاسلام کی اس تحقیق کے سراسر برعکس دیوبندیوں کا یہ نعرہ ہے کہ:

(يجب على العامة تقليد أبي حنيفة)

”عوام پر ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔“

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے تقلید کا وجوب ثابت کرنے کی کوشش میں قرآن کریم میں تحریف کر دی ہے۔ موصوف مذکور اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء: ۵۹)

[[والی اولی الامر منکم]]

[[والی اولی الامر منکم]]

کہیں موجود نہیں ہے۔

یہ اضافہ مولانا محمود الحسن دیوبندی صاحب نے تقلید کو واجب قرار دینے کے لیے گھڑا ہے۔

دیوبندیوں کی اس تحریف کے رد کیلئے دیکھئے الشیخ حمود بن عبداللہ التویجری کی ”القول

البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ“ ص ۱۱۹، ۱۲۰

نیز دیکھئے ہمارے شیخ سید بدیع الدین الراشدی کی کتاب ”الطوام المرعشة فی

تحریفات اهل الرأي المدهشة“

ان سطور سابقہ سے صاف ظاہر ہے کہ دیوبندی حضرات: اہل بدعت ہیں اور جمعیہ کی

طرح ان کی بدعت شدید اور خطرناک ہے لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اہل حدیث: سلفی

علماء کی یہی تحقیق ہے۔ ہمارے شیخ سید بدیع الدین الراشدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر ایک

رسالہ ”امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے“ ^② لکھا ہے۔ پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخنا

① ایضاح الادلہ، ص ۹، طبع ۱۳۳۰ھ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند باہتمام حبیب الرحمن

② یہی رسالہ اس کتاب کے شروع میں ہے۔

ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی الوزیر آبادی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بھی اسی کے قائل تھے کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی کا بھی یہی موقف ہے۔ جن علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان تک دیوبندیوں کے عقائد مذکورہ نہیں پہنچے ہیں یا انہیں اس مسئلہ پر تحقیق کا موقع نہیں ملا۔ دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب ”اکاذیب آل دیوبند“

آج کل دیوبندیوں کے علماء اور عوام عقائد دیوبند پر اس قدر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں کہ وہ سمجھانے کے باوجود بھی ان باطل عقائد و نظریات کو ترک کرنے کے لئے کسی طور پر تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ علماء نے جو لکھا ہے درست ہی لکھا ہے۔

اثنا عشری جعفری شیعہ حضرات: تحریف قرآن، تکفیر صحابہ وغیرہما باطل عقائد رکھتے ہیں مگر ان کے بعض حضرات تقیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں۔ علمائے اسلام انہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر تمہارے یہ عقائد نہیں ہیں تو ان عقائد رکھنے والے فلاں فلاں شخص کی تکفیر کرو۔ وہ اس تکفیر کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح بعض چالاک دیوبندی اپنے اکابر کے مشرکانہ عقائد کے بارے میں تقیہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں اور ہم صرف قرآن و حدیث ہی مانتے ہیں۔ انہیں علمائے اہل سنت (اہل حدیث) کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنے ان اکابر سے براءت کا اعلان کرو جن کی کتابوں میں یہ عقائد مذکورہ درج ہیں۔ اور ان کے شرک و بدعت کا اعلانیہ اعتراف کرو۔ مگر ایسا اعتراض اور اعلان براءت وہ کبھی نہیں کرتے بلکہ پکے اکابر پرست ہیں لہذا جب تک وہ اپنے ان اکابر سے صریح براءت نہ کریں ان کا وہی حکم ہے جو ان کے اکابر کا ہے۔

نتیجہ:

بعض شریک پسند لوگ، اہل حدیث سلفیوں کے خلاف علامہ و حیدر الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان اور نواب نور الحسن وغیرہم کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب اعلانیہ لکھتے ہیں:

”کیونکہ نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ بر ملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو“^①

جب تمام اہل حدیث علماء وعوام نے ان کتابوں کو رد کر دیا ہے تو ان کتابوں کے حوالے اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا باطل بلکہ ابطال الاباطیل ہے۔

محمد عبدالجلیم چشتی کی کتاب ”حیات وحید الزمان“ کی ایک عبارت کا یہ خلاصہ ہے کہ اہل حدیث کا ایک بڑا گروہ مثلاً محدث شمس الحق عظیم آبادی، محمد حسین لاہوری، عبداللہ غازی پوری، فقیر اللہ پنجابی وغیرہم وحید الزمان حیدر آبادی سے ناراض اور بددل ہو گئے تھے۔^②

اہل حدیث کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع حجت ہے اور مسائل کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھنا اور ماننا چاہیے۔ اہل حدیث کے خلاف صرف وہی بات پیش کی جاسکتی ہے جو:

(۱) کتاب وسنت واجماع اور فہم سلف صالحین کے خلاف نہ ہو۔

(۲) جس پر تمام اہل حدیث کا اجماع ہو۔ بعض اشخاص کی شاذ آراء نہ ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی

۲۲/محرم ۱۴۲۵ھ



① مجموعہ رسائل، ج ۱ ص ۲۲ تحقیق مسئلہ تقلید، ص ۶

② دیکھئے: حیات وحید الزمان، ص ۱۰۱

امام ابوحنیفہؒ اور ہیں؛ مروّجہ فقہ حنفی کچھ اور

✽ اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل کرے تمام اماموں پر کہ انہوں نے تقنی ہی حق باتیں کہیں:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: (حَرَامٌ عَلَيَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلِي اَنْ يَفْتِيَ بِكَلَامِي) ”میرے قول پر کسی کا فتویٰ دینا حرام ہے جبکہ اسے میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔“ (الميزان للشعراني)

✽ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”جب میرا قول قرآن کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔ لوگوں نے پوچھا: جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ امام صاحبؒ نے فرمایا: اس وقت بھی چھوڑ دو۔ پھر پوچھا: جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمان کے خلاف ہو تو؟ کہا: تب بھی چھوڑ دو۔“ (عقد الجید، ص ۵۳)

✽ آپ ﷺ نے مزید فرمایا ہے: ”جب دیکھو کہ ہمارا قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے تو قرآن وحدیث پر عمل کرو اور ہمارے قول کو دیوار پر دے مارو۔“ (الميزان للشعراني، عقد الجید، ص ۵۳)

✽ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں: (اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي) (عقد الجید) ”جب صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔“

✽ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”جو حدیث سے ثابت ہو وہ میرا مذہب ہے۔“ (ظفر الامانی)

✽ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالکؒ کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ اور احکام دین وہاں سے لینا جہاں سے انھوں نے لیے ہیں۔“ (تحفة الاخيار في حيات الابرار)

ان اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ وہ مذہب قرآن وحدیث ہے، جو مسند صحیح حدیث سے ثابت ہو وہ قابل عمل ہے۔ اس کے علاوہ فرمایا کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ ہی بغیر دلیل کے میری باتوں کو ماننا، صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنا۔ امام موصوف نے تقنی حق بات کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

لیکن افسوس آج کے حنفی حضرات ”ترک تقلید کفر ہے“ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ ان کا نظریہ امام صاحبؒ کے بالکل برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

